بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ○ سورۃ محمد آیۃ ۳۳

مسلک اہل حدیث کا داعی اور جمعیۃ اہل حدیث ہند کا نقیب

پندرہ روزہ ترجمان دہلی

مدیر
(حافظ) محمد یوسف

جلد ۳۴ ۱۶ اگست ۱۹۸۲ء مطابق ۲۶ شوال ۱۴۰۲ھ شمارہ ۴

مبارکباد

اسلام کی تاریخ میں صرف عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دو مذہبی تقریبات ہیں جن کے منانے کا حکم ہادی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔ ساری دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمان ہلال رمضان اور ہلال عید کا جس طرح استقبال کرتے ہیں اس میں ملت اسلامیہ کا نہایت پرشکوہ و جاذب قلب و نظر مظاہرہ ہوتا ہے

ماہ عیدالاضحیٰ (ذی الحجہ) کا چاند بھی مسلمانوں کی رگوں میں ایثار و قربانی کا گرم خون دوڑا دیتا ہے، سیدنا ابراہیم خلیل اللہ و سیدہ ہاجرہ اور اسمٰعیل ذبیح اللہ کی بے مثال عبدیت کی تصویر ذی الحجہ کا چاند دیکھتے ہی سامنے آجاتی ہے۔

آزاد ہندوستان کی تاریخ کا یہ کس قدر افسوسناک پہلو ہے کہ ہمیں پرامن طریق پر مذہبی تقریب بھی منانے کا گاہ گاہ موقعہ نہیں دیا جاتا ہے۔ پورے ملک میں عید جس پرسکون و خوشگوار طریق پر اس سال منانے کا عمومی طور پر موقعہ ملا ہے، اس پر ہم خدا کا شکر ادا کرتے اور قارئین ترجمان و معاونین و ہمدردان مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند کو مبارکباد پیش کرتے ہیں!!

(ادارہ)

بدل اشتراک

۱۵ روپے غیر ممالک سے پانچ پونڈ
دس ڈالر

D DN 712

تفسیر سورۃ تکاثر مکیۃ

ابتدائے اسلام مکۃ مکرمہ میں نازل ہوئی

از: اے آر آمدوری

الہٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک عظیم غلطی کی طرف متوجہ کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ تم کو تکاثر نے اللہ کی یاد سے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہ انسان کی ایسی دکھتی رگ ہے جسے ہر آدمی محسوس کرتا ہے۔ یہ ایک امر واقعی ہے جس کا انکار انسانی ذہن کی پستی اور معاملہ کو ازل پر محمول ہے۔ جن باتوں نے انسان کو متاثر کر رکھا تھا اور سوئے ہوئے لوگوں کو جھنجھوڑتا تھا اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ تم کو مال و اولاد کی کثرت اور ساز و سامان کی بہتات نے اس طرف سے غفلت میں ڈال رکھا ہے کہ تم ایک لمحہ کے لئے بھی خالق کائنات کا حق ادا کر سکو۔ اور [illegible] سفر کے بارے میں سوچ سکو کہ آخر روز ازل کس طرف رخ [illegible] تمہاری زندگی کے اوپر سے گذر رہا ہے وہ تم کو تیزی سے [illegible] غار کی طرف لے جا رہا ہے جہاں سے پھر کسی آدمی کو مفر نہیں وہ خود [illegible] اس معاملہ میں اکثر ایسا مغالطہ ہوتا ہے کہ چاہے کتنی خوشامد کرو، قسم کھلاؤ [illegible] کہ وہ اپنی قبر کی طرف سے منہ پھیر لے اور اس طرف جو ہے [illegible] مقررہ وقت سے آگے بڑھا دے تاکہ دنیا میں کچھ دیر [illegible] شادماں کے نظارہ کا اور بھی موقع مل جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے [illegible] ایسا دھوکہ ہے کہ مقررہ وقت پر اپنی نظر [illegible] ہو جائے گا [illegible] کی طرف اس سورۃ [illegible] یہ وہ گھڑیاں ہیں جو لہو و لعب میں گذر گئیں جو اللہ کے نام [illegible] کا سبب قرآن آیت کے پیش نظر وہ تکاثر ہے جو انسانی معاشرت کو بھی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ انسانی معاشرہ اگر خدا کے بھیجے ہوئے نبی کی تعلیمات سے بے بہرہ ہے تو وہ اپنی ساری کوشش ان ہی چیزوں کے جمع رہنے اور اس کی ذخیرہ اندوزی کی طرف لگا دیتا ہے حتیٰ کہ زرتم المقابر کا قول صادق ہو جاتا ہے اور حساب و کتاب کی گھڑیاں پہونچ آتی ہیں۔ اب انسان کے کام نہ خاندان نہ مفاخرت کسب نہ قبیلہ، مال نہ اولاد نہ زمین نہ جائداد۔ اب تو یہ بات سمجھ میں آتی جارہی ہے کہ قرآن نے تکاثر کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ جس زمانہ میں تکاثر صرف قبیلوں تک محدود تھا اس وقت لوگوں نے اس لفظ کے معنی قبیلے کے تکاثر کو کہا اور عام تفسیروں میں یہ واقعہ لکھا گیا کہ چونکہ قبیلہ بنی عبد مناف دوسرے قبیلوں کے افراد کے مقابلہ میں [illegible] تو چونکہ اس کی شاخ بنی سہل سے ہوا کرتی تھی اور بنی عبد مناف فخر کیا کرتے تھے کہ ہم تم سے تعداد و مال میں بہت زیادہ ہیں۔ ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا، اور ان کے مفاخر میں بعض بعض لوگ ایسے بھی تھے یہاں تک کہہ جاتے تھے کہ ہم زندوں میں بھی تم سے زیادہ ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو دکھا کر مخالف قبیلے سے کہتے تھے کہ ہم قبروں میں بھی تم سے زیادہ جا چکے ہیں اور مرنے والوں میں سے ایک ایک کا نام یاد دلایا جاتا تھا۔ اور یہ کہا جاتا تھا کہ ...... اولئک آبائی فجئنی بمثلھم۔

حتیٰ زرتم المقابر کی بعض مفسرین نے یہ بھی توجیہ کی ہے کہ تم زندوں کا ذکر کرتے کرتے مقابر دکھانے اور اس کی زیارت کرانے چلے جاتے ہو کیوں کہ زیارت تھوڑی دیر کی ہوتی ہے مستقل اقامت کو زیارت نہیں کہتے، یا زیارت سے یہ بات غور طلب ہے کہ تھوڑا وقت ایک زائر کی طرح قبروں میں ٹھہر کر پھر اگلا سفر ہے۔ قبر خود اپنی جگہ مستقل جائے قیام نہیں وہ تو صرف زائر کا ٹھکانا [illegible] یعنی قرآن اسی آیت سے [illegible] آخرت کو بھی سمجھا دینا چاہتا ہے ... موت زندگی کا ایک وقفہ ہے

یعنی آنے جانے کے دم لے کر۔

تم قبر کے لئے ایک زائر کی حیثیت رکھتے ہو اس میں مستقل اقامت کو ذہن میں نہ رکھو اگر تکاثر و تفاخر کا نتیجہ یہ نکلے کہ صرف قبر میں جا کر آخری منزل آجائے تو اور تفاخر کا شور و غل ختم ہو کر قبر کا سکوت طاری ہو جائے اور جنگ و جدل سے ہٹ کر سکون مل جائے۔ اس سے قرآن کا مقصد حل نہیں ہوتا وہ تو انسان کو بُرے حال سے اس سے اذیت رساں حال کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ پہلی بات تو زیارت قبر نے ختم کر دی۔ اب ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں وہاں تو زائر کی طرح کچھ گذارنا ہے پھر جو عالم کھلے گا وہ بہت ہی نامبارک ہوگا اور تکاثر نے جو غفلت، بے یقینی، شک و شبہات، ناروا تفکرات اور بے عملی و اللہ سے بے تعلقی پیدا کر دی تھی اسے تم ضرور جان لوگے اور تاکید جانو کہ تم ضرور جان لوگے، پہلے تم کو علم الیقین حاصل ہوگا، پھر عین الیقین حاصل ہوگا، اس وقت جہنم کا نظارہ ہوگا اور خدا کی دی ہوئی ہر ایک نعمت جس پر تم فخر کرتے تھے، اور اس سے مزید لذتیں حاصل کرتے تھے اور اس کے ذریعہ دوسروں کو نیچا دکھاتے تھے، اور خود کھاتے تھے، دوسروں کی بھوک کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ غریبوں اور فقیروں کی تذلیل کرتے تھے، بیواؤں اور یتیموں کا حق اور مال غصب کرتے تھے۔ دوسرے قبیلوں کے زندوں کو اپنے قبیلہ کے مُردوں کے مقابلہ میں عاجز و بے دست و پا سمجھتے تھے۔ اپنے علاوہ کسی کی بات نہ مانتے تھے اپنے سے بڑا کسی کو نہ سمجھتے تھے، کسی کے ساتھ حسن سلوک کو روا نہ رکھتے تھے۔ اپنے کو سب سے افضل سمجھتے تھے، ملک و مال کے نقشوں میں اپنی بالادستی کو دوسروں سے تسلیم کراتے تھے، بتلانے والوں نے تم کو علم الیقین کی حد تک پہونچا دیا تھا، نبیوں اور رسولوں نے کس کس طرح تم کو نہیں بتلایا، معجزات دکھلائے پر بھی علم الیقین کو عین الیقین کی حد تک پہونچنے سے روکا، حالانکہ بہت سے لوگ جنہوں نے نبی اور رسول کی اطاعت کی وہ صرف علم الیقین تک نہ رکے بلکہ دیکھنے سے پہلے ہی ان میں عین الیقین کے مراحل طے ہو گئے، دنیا میں رہ کر ہی دین و آخرت کے مناظر کی تصدیق کر دی گویا کہ دیکھنے سے پہلے ہی دیکھ لیا، کھانے سے پہلے ہی چکھ لیا، ظاہر ہونے سے پہلے ہی بھانپ لیا، ان لوگوں کو دنیا میں نبیوں کے ذریعہ عین الیقین حاصل ہو گیا، وہ تمہارے جیسے نہ تھے نہ اپنے قبیلہ پر فخر کرتے تھے نہ انسانوں کی کثرت پر، نہ مال کی کثرت پر، نہ آل و اولاد کی کثرت پر، نہ اپنے ملک کی فوج کی کثرت پر، نہ جنگی ساز و سامان کی کثرت پر، نہ ملک میں سائنس کی ترقی اور اس میں سب ملکوں اور سب انسانوں سے آگے ہونے پر، نہ ملک و مال کی فراوانی پر ـــ آج اگر وہ لوگ قیامت کے میدان میں آ گئے تو کوئی چیز ان کے لئے غیر مانوس نہ ہوگی، کوئی اچنبھے کی بات نہ ہوگی، کوئی انہونی بات نہ ہوگی۔ کوئی غیر متعارف منظر نہ ہوگا، بلکہ وہ لوگ یہ کہیں گے کہ ..... ھٰذا ما وعد اللہ ورسولہ وصدق اللہ ورسولہ۔

یہ سب چیزیں جو تو دیکھ رہا ہے جن کا اللہ نے وعدہ فرمایا تھا اور اس کے رسول نے جو بتلایا تھا وہ سچ ہے، مگر تم کہ جنہوں نے آباؤ و اجداد پر فخر کیا مال و اسباب پر فخر کیا، قوت و بازو پر فخر کیا، نام و نمود پیدا کرنے کے لئے برائی اختیار کی، تھوڑے اختیارات پا کر مظلوموں پر ظلم کیا، میرے بندوں کے حقوق چھینے، غریبوں کا مال بزور قوت اپنا لیا، عزیزوں کے ساتھ کید و فریب کا معاملہ کیا، تکلیفوں کے لئے دنیا کی بساط بچھائی، یہ سب غور کرو کہ کتنے دن ہوئے حتیٰ زرتم المقابر، آخر کار ایک دن ایسا آیا کہ تم کو قبر میں جانے کے لئے مجبور کر دیا گیا تم چاروناچار قبر کی اندھیری کوٹھری میں آئے اسی لمحہ سے تم کو محسوس ہو گیا کہ تم اپنی پچھلی زندگی کس درجہ نا سمجھی کے ساتھ گذار رہے تھے اب وہ فخر وہ بات کہاں گئی انا علو فی الارض کس کے سپرد کر کے آئے ہو وہ ساز و سامان جو تمہارے غرور و تکبر کا سبب تھا کن ہاتھوں میں دے کر آئے ہو۔ (بقیہ صفحہ ...)

جلد ۲۷ | ۱۶ اگست ۱۹۸۲ء پندرہ روزہ ترجمان دہلی | شمارہ ۱۴

لمحۂ فکریہ

رمضان المبارک کا تاریخی مہینہ آیا اور دیکھتے دیکھتے گزر گیا، شوال کا مہینہ بھی ختم ہو رہا ہے۔

مسلمانان عالم نے تو رمضان المبارک کا استقبال بڑے گرم جوشی کے ساتھ کیا تھا مگر اس ماہ مقدس میں وہ روزہ جو فرض کیا گیا ہے روزہ رکھ کر ہم اور آپ نے کیا تبدیلی کی ہے اس سلسلہ میں ہر ایک کو اپنی اپنی زندگی کا احتساب کرنا چاہیے۔

مسلمانان عالم کو اس ماہ مقدس سے اخوت اسلامی اور ہمدردی و غم خواری کا جو درس لینا چاہیے وہ درس نہیں لیا جا رہا ہے، رمضان آتا ہے اور گذر جاتا ہے۔

ایران و عراق کی جنگ مسلم کشی و برادر کشی کی بدترین مثال ہے۔ افغان میں روسی جارحیت اور غیور افغانیوں کا حشر کتنا رنج دہ ہے۔ اسرائیل کے وحشیانہ حملے بے قصور عورتوں معصوم بچوں، مظلوم فلسطینیوں کا قتل کتنا درد ناک و ترساں ہے۔

مسلمانان عالم اور بالخصوص آزاد و خود مختار اسلامی ممالک کا اس وقت پر کیا دل ہونا چاہیے۔ اس کو شرعی اور اسلامی دلائل سے پیش کرنے کی ضرورت نہیں — عیاں را چہ بیاں :

بستی، گونڈہ، نیپال و بیرونی اضلاع کے نئے فارغین، فضلاء اور کہنہ مشق و آزمودہ کار علماء سے قائم کر رکھا ہے، اساتذہ کی صف اول میں کہنہ مشق اساتذہ ہوں گے اور دوسری صف میں ہمارے لائق و فائق نوجوان فضلاء رہیں گے۔ دیر ہو گئی ہے، ایک ڈیڑھ ماہ مزید تاخیر ہو سکتی ہے۔ ہمیں عجلت سے کام نہیں لینا ہے۔ لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا

مرکزی جمعیۃ کے ... دکن رمضان کے دورہ پر تھے اس لئے ۱۶ جولائی و یکم اگست کا شمارہ شائع نہ ہو سکا۔ آئندہ تلافی کی کوشش ہوگی۔

(ادارہ)

ایک چراغ اور گل ہوا

مولانا عبدالرحمٰن عاقل رحمانی مرحوم ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ مرحوم کے انتقال سے جو علمی خلاء پیدا ہو گیا ہے اس کا پُر ہونا مشکل ہے، اللّٰھم اغفر لہ۔ ناظرین سے نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی اپیل ہے۔

ادارۂ ترجمان مرحوم کے پسماندگان کے غم میں شریک اور ادارہ معینۂ اس نقصان کی تلافی کے لئے دعا گو ہے۔

(ادارہ)

اظہار تشکر

۱۹۸۱ء میں مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے فنڈ میں جتنی رقم تھی اس سے زمین خرید لی گئی تھی۔ رمضان ۱۴۰۲ھ سے تعلیمی اور سفیری منصوبوں کے لئے جس قدر سرمایہ مطلوب ہے اس کے فراہم کرنے کی منظم جدوجہد نہیں کی جا سکی تھی۔

اپریل ۱۹۸۲ء میں دارالحدیث رحمانیہ سنگ بنیاد کی تقریب منائی گئی۔ عارف باللہ صوفی نذیر احمد کا افتتاحیہ کلمات زیر دار الاجتماع کا پیش کردہ سپاسنامہ صدر استقبالیہ ڈاکٹر محمد یوسف تحریر دہلی کالج کا خطبہ استقبالیہ اور تا کہ جماعت کا مرآ ... دی صدر اجلاس کا جامع اور فاضلانہ خطبہ صدارت اجلاس میں پڑھا اور پورے ملک میں تقسیم کیا گیا، دارالحدیث رحمانیہ قائم کی ... پورے جماعت میں مسرت کا خوشگوار ماحول پیدا ہو گیا۔ دارالحدیث رحمانیہ اور مرکزی جمعیۃ اہلحدیث کے مختلف شعبہ جات کی تعمیر کثیر رقم خرچ ہوگی۔ ۲۰ لاکھ بھی کم ہے۔

اظہار تشکر کے طور پر ہم اخوان جماعت کو یہ خبر دے رہے ہیں کہ تعمیری اقدام کے لئے فنڈ میں رقم آ گئی ہے، کام شروع کیا جا سکتا ہے اگر گرم جوشی کے ساتھ تعاون کا سلسلہ جاری رہا تو آنے والے رمضان سے قبل تعمیرات کا کچھ حصہ تو انشاء اللہ تیار ہو ہی جائے گا۔

حدی را تیز تر میخواں چوں محمل را گراں بینی۔

تعمیر کا کام شروع ہونے جا رہا ہے۔

معذرت

اخبار اور پوسٹر میں دارالحدیث رحمانیہ کے تعلیمی اجراء کی جو خوشخبری دی گئی تھی۔ اواخر شعبان سے اب تک (۱۶ اگست) سلکشن کمیٹی کے کنوینر جناب مولانا عبدالجلیل رحمانی نے

استدعاء

خریدار حضرات سے گذارش ہے کہ وہ خط و کتابت میں اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں اور زیادہ سے زیادہ ترجمان کے خریدار بنائیں کیوں کہ :

آئندہ جو مضامین ترجمان میں آئیں گے وہ بے حد مفید اور قیمتی ہوں گے۔ خصوصاً عالم اسلام میں دینی نشاط اور اسلامی تحریکات کا صحیح نقشہ اور طریقہ کار آپ کے سامنے آئیگا، اور اہم معلومات سے اخبار کو مزین کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس میں بھی آپ ہمارا تعاون کریں۔

ادارہ آپ کا شکرگزار ہوگا۔

فقط

(ادارہ)

اسلام ہی دینِ رحمت ہے

:- عبدالنور حبیب اللہ :-

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت ایسے وقت میں ہوئی جب کہ ساری دنیا کفر و ضلالت کے عمیق گڑھے میں جا گری تھی۔ انسانیت کا نام و نشان تک باقی نہیں رہ گیا تھا۔ ظلم و ستم کی گھنگھور گھٹا ہر عالم میں چھائی ہوئی تھی، فسق و فجور، چوری، زنا اور شراب نوشی کا بازار گرم تھا، ایک بھائی دوسرے بھائی کے خون کا پیاسا تھا، ایک خاندان دوسرے خاندان کا دشمن تھا، ایک ملک دوسرے ملک پر غلبہ کا خواہشمند تھا، بڑا چھوٹے کو، اور طاقتور کمزور کو ستانے اور ایذا پہنچانے کا عادی بن چکا تھا، دغا بازی، دروغ گوئی، رشوت اور چور بازاری، اور آپس کے نقصان کا احساس دلوں سے مفقود ہو چکا تھا۔ خدائے واحد کی عبادت کے بجائے نعوذ باللہ مصنوعی بتوں کی پرستش کی جاتی تھی، انہیں خود تراشیدہ بتوں سے اپنی مرادیں مانگی جاتیں، ان کے ناموں پر قربانیاں دی جاتی تھیں اور نذرانے چڑھائے جاتے تھے۔ خدائے حقیقی کا تصور ذہن و دماغ سے نکل چکا تھا۔ حیات بعد الممات کا عقیدہ ختم ہو چکا تھا۔ ازدواجی تعلقات کے شرعی اصول بدل چکے تھے، ایک مرد جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا اور ان پر ناروا مظالم ڈھاتا تھا۔ ذرا ذرا سی باتوں پر برسوں تک ایک لامتناہی جنگ کا سلسلہ جاری رہتا، دنیا خصوصاً اہل عرب اس مرض میں مبتلا تھے۔ غرض یہ کہ کوئی مذموم صفت باقی نہیں رہ گئی تھی جو ان میں پائی نہ جاتی ہو۔ چنانچہ ایسے پرفتن دور میں اللہ جل شانہ اپنی رحمت کاملہ سے اپنے دائمی اصول کے تحت ہر دور میں کچھ نہ کچھ ایسے بندوں کو بھیجتا رہا ہے جو ان جابر و سرکش نفوس سے پنجہ آزمائی کر کے ان سے برسرپیکار رہے۔ انہیں پاکیزہ نیک طینت نفوس کو ہم پیغمبر و رسول کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جن کی بنیادی تعلیم یہ ہوا کی کہ ہم صرف خدائے واحد کو اپنا رب حقیقی تسلیم مانیں، اسی کے سامنے سجدہ ریز ہوں، اسی سے اپنی مرادیں مانگیں، اسی کو اپنا مشکل کشا تصور کریں۔ چنانچہ ایسے پرخطر دور میں اسی قانون ایزدی کے تحت دریائے رحمت جوش میں آیا اور سرور کائنات شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو اقوام عالم میں تمام بنی نوع انسان کے رشد و ہدایت کے لئے تمام ملل و ادیان سے پاکیزہ مذہب اسلام کی تعلیمات دیکر بھیجے گئے، جنہوں نے قلیل مدت میں دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے سامنے ایک انمول موتی پیش کر کے سارے عالم خصوصاً عالم عرب کو انگشت بدنداں کر دیا، اور وہی قوم جو ایک بدترین قوم تصور کی جاتی تھی ایسی مہذب قوم تصور کی جانے لگی جس کا نمونہ بمشکل پیش کیا جا سکے گا، جس کا نقشہ علامہ اقبال نے ان لفظوں میں کھینچا ہے۔

تمدن آفریں خلاق آئین جہاں داری ٭ وہ صحرائے عرب یعنی شتربانوں کا گہوارہ

یہ مسلم حقیقت ہے کہ خلاق عالم نے مذہب اسلام میں کچھ نہ کچھ ایسی رزم و گرم تاثیر ودیعت کی ہے جس کی وجہ سے عرب جیسی جابر و متشدد قوم باہم شیر و شکر ہو گئی، جس قوم کی تشتت و افتراق شیوۂ عام تھا، وہ یک لخت موتیوں کے دانوں کی طرح وحدت کے دھاگے میں اس طرح منسلک ہو گئی جس کی نظیر بمشکل پیش کی جا سکے گی۔ مولانا حالی اس کا نقشہ اس انداز میں کھینچتے ہیں ۔

وہ دیں جس نے اعدا کو اخواں بنایا ٭ وحوش و بہائم کو انساں بنایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا ٭ پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

یہ حقیقت دنیا کے سامنے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسلامی تہذیب و تمدن کی بے نظیر تاثیر نے اگر ظالم و سرکش قوم کو غارت دیدہ موم کی طرح نرم بنا دیا اور اس کے رگ و ریشے میں اسلام کی ایسی محبت سرایت کر گئی جو اپنی مثال آپ ہے، تو کیا دور حاضر کے مسلمان کے قلوب و اذہان کا متاثر ہو جانا غیر ممکن ہے؟ نہیں۔

آج بھی ہمارے قلب و جگر کے اندر وہی ایمانی جذبہ آ سکتا ہے بشرطیکہ ہم بھی اپنی زندگی کے لائحہ عمل کو بدل ڈالیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل اس دنیائے فانی میں جس قدر بھی پیغمبر آئے وہ کسی خاص قوم یا بستی کے لئے بھیجے گئے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی شان ہے کہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (انبیاء) کے خطاب کے ساتھ جبل فاران کی سنگلاخ وادی سے دنیا کے تمام بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کے مذہب اسلام کو عالمگیر مذہب کہا گیا ہے، قرآن و احادیث اور تاریخ و سیر کے سنہری صفحات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ آپ نے اپنے قول و فعل میں ہمیشہ یکساں رول ادا کیا۔

طائف کا وہ حیرت انگیز واقعہ سامنے رکھ کر دل کی گہرائیوں سے سوچئے کہ نعلین مبارک سنگ باری سے خون سے بھر رہا ہونے کے باوجود آپ بجائے بد دعا دینے کے انہیں ہدایت کی دعا دیتے ہیں، کیوں کہ ان کا یہ معاندانہ رویہ ان کی جہالت و نادانی اور کفر و ظلمات کے دبیز غلاف کا نتیجہ ہے۔ حفیظ جالندھری اس کی ترجمانی اس انداز میں کیا ہے ۔

جہالت ہی نے رکھا ہے صداقت کے خلاف ان کو ٭ بچارے بے خبر انجان ہیں کر دے معاف ان کو
فراخی بخش دے روشنی دے ان کے سینوں کو ٭ کنارے پر لگا دے ڈوبنے والے سفینوں کو
الٰہی رحم کر کہسار طائف کے مکینوں پر ٭ الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

یہ ہے کہ اخلاق و عادات اور صبر و تحمل کا عملی نمونہ کہ ایسے خطرناک حالات میں سرکش قوموں کے بارے میں صراط مستقیم کی دعائیں کرتے تھے۔ خداوند قدوس نے آپ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے ملقب کرنے میں یہی راز مضمر کیا ہے کہ جس طرح میری الوہیت و ربوبیت سے کسی کو سر موئے انحراف زیبا نہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کو تسلیم کئے بغیر تا قیامت کسی بھی انسان کو نجات نہیں مل سکتی۔ آپ کی تعلیمات جہاں کے لئے عام ہے، آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ دیکھتے ہی دیکھتے ساری دنیا حلقہ بگوش اسلام میں داخل ہو گئی، آپ کی جملہ تعلیمات میں اخوت و مساوات کی تعلیم زیادہ اہمیت رکھتی ہے، آپ نے دنیا کو ایسا سبق دیا کہ امیر و غریب، عربی و عجمی، اور گورے کالے کا امتیاز کلی طور پر ختم ہو گیا، قربان جائیے! ایسی تعلیم پر۔ حدیث پاک بصراحت اس مفہوم کو یوں ادا کر رہی ہے۔

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی الاحمر ولا لاحمر علی الاسود الا بالتقویٰ۔

اسلامی مسائل میں صنف نازک کا مسئلہ بھی کافی اہمیت کا حامل ہے اسلام نے ان کے ساتھ جس انداز میں حسن سلوک کرنے اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں مساوات کا سبق دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اس نے دیگر ارباب مذاہب کو کافی متاثر کر دیا ہے۔ یہ حقیقت مسلم ہے کہ اس دنیا میں انسان فلاح و بہبود کا ضامن اگر کوئی مذہب ہے تو وہ مذہب اسلام ہی ہے۔ قرآن مجید نے مساوات کا اعلان یوں فرمایا ہے۔ ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا۔ (نساء ع ۱۰) یعنی مومن مرد و عورت میں سے جو بھی نیک اعمال کریں تو وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور کھجور کی معمولی گٹھلی کے برابر بھی انسان پر ظلم نہ ہوگا۔ دوسری جگہ اس مضمون کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ ومن عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فاولئک یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب (مومن ع ۵) یعنی مرد و عورت میں سے جو کوئی

بقیہ اسلام ہی دینِ رحمت ہے

بھی ایمان کے ساتھ اچھا کام کریں تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں بے حساب روزی پائیں گے۔

مذکورہ آیات سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کے لئے نظام آخرت میں یکساں طور پر خیال کیا ہے، ان دونوں میں سعادت مندی ہے جو نیکوکار ہو، لہٰذا ہر ایک پر یکساں طور پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کریں، تاکہ ان کا شمار شکر گزار بندوں میں ہو۔

ایک مشہور صحابیہ حضرت اسماء بنت یزیدؓ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجا ہے، سب کے خیالات وہی ہیں جو میں عرض کرنا چاہتی ہوں، عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرد و عورت سب کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے چنانچہ ہم آپ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپ کی پیروی کی لیکن ہم جیسے عورتوں کا یہ خیال ہے کہ ہم سب پردوں میں رہنے والی اور حجروں میں بیٹھنے والی ہیں، ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہشات پوری کریں اور ہم ان کے بچوں کی حفاظت کریں، اور جمعہ و جماعت، جنازہ و جہاد میں شرکت کریں اور ہم سب گھروں میں رہ جائیں تو کیا ہم بھی ایسی صورت میں اجر کا مستحق ہو سکتی ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فصیح و بلیغ تقریر کو سننے کے بعد صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا کہ آپ لوگوں نے اس سے زیادہ عمدہ تقریر کسی عورت سے نہیں سنی ہوگی جس نے اپنے دین کے متعلق سوال کیا ہے، صحابہ کرام نے قسم کھا کر عرض کیا نہیں یا رسول اللہؐ۔ اس کے بعد آنحضرتؐ اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے اسماءؓ میری مدد کرو، اور جن عورتوں نے تم کو نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو یہ میرا حکم پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح امور خانہ داری انجام دینا، اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ اچھے معاملات رکھنا مردوں کے سارے کام انجام دینے کے برابر ہے جو تم نے عرض کئے، چنانچہ حضرت اسماءؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو سن کر نہایت خوش و خرم ہو کر اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوئی واپس چلی گئیں۔

اس واقعۂ حدیث سے یہ بات عیاں ہو کر سامنے آجاتی ہے، کہ مرد و عورت میں سے کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں ہے، جہاں تک ان کی خصوصیات اور صلاحیتوں کا تعلق ہے تو شریعت نے ہر ایک میں جدا طور پر ودیعت کی ہے جن پر ایک دوسرے کا ناز کرنا بے سود ہے۔

یہ ہے انسانی زندگی کے لئے اسلام کا دائمی و ازلی ضابطہ جس میں ہر ایک کی حقیقت کا یکساں طور سے لحاظ کیا گیا ہے، اگر آپ بنظر غائر دل کی گہرائیوں سے سوچیں گے تو یہی فیصلہ کریں گے کہ یہ خوبی دین اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں نہیں پائی گئی، بلکہ تمام کے تمام افراط و تفریط کے شکار ہو گئے، مثلاً یہودی صحیفے خدا کے رحم و کرم اور شفقت و محبت کے تذکروں سے بھرپور ضرور ہیں کہ ان میں خدا کے خوف و خشیت کی تعلیم ضرور ہے مگر ان کے ماننے والوں نے ان کے تعلیمات کی اقتدا کو ملحوظ نہیں رکھا، مگر آپ اسلام کو دیکھئے جو خدا کو صرف بنی اسرائیل یا بنی اسماعیل کا خدا نہیں مانتا اور نہ اس کو مجسم انسان یا انسان کا باپ سمجھتا ہے، خدا کی ذات سے متعلق اس کا اعلان ہے کہ وہ اپنے بندوں پر قاہر بھی ہے اور رحیم و کریم بھی۔ وہ منتقم اور شدید العقاب ہے اور غفور و رحیم بھی ہے، لہٰذا اس سے ڈرنا بھی چاہئے اور اس سے محبت بھی کرنا چاہئے، ارشاد ربانی ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ، انہ لا یحب المعتدین، ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا وادعوہ خوفا وطمعا، ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔ (الاعراف)

"یعنی اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارا کرو، وہ حد سے تجاوز کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا، اور زمین کی درستگی کے بعد اس میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس کو اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اور اس کے فضل و کرم کی لو لگاتے ہوئے پکارا کرو، بیشک خدا کی رحمت اچھا کام کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔"

اس آیت کریمہ میں خدا سے عاجزی و گریہ زاری کرنے والوں کو رحمت کی خوشخبری دی جا رہی ہے لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ اسلام خدا سے لوگوں کو ڈراتا ضرور ہے، مگر اس کو جبار و قہار کہہ کر نہیں بلکہ مہربان اور رحیم و کریم کہہ کر۔

شریعت فقہ نے ہمارے لئے جن اصول و قوانین کو ہماری زندگی کا دستور العمل قرار دیا ہے وہ دیگر ادیان و ملل میں نہیں پائے جاتے، مثلاً خلافت کا مقصد یہ ہے کہ جملہ املاک میں افراد قوم کے مساوی حقوق ہیں، ان میں تصرف کا حق ہر ایک کو یکساں طور پر حاصل ہے، سوشلسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اسبابِ معیشت سے شخصی ملکیت بالکلیہ ختم کر کے جمہوری حکومت لے آئے جائیں۔ کمیونسٹ کا مقصد یہ ہے کہ اراضی و زمین ملکیت و پیداوار کو شخصی قبضہ سے نکال لیا جائے، تاکہ کسی طرح سے اس کے منصوبہ کے تحت مسائل کا حل نہ نکل سکے، مگر دیکھئے! اسلام نے ان جملہ عقائد کے خلاف کلی طور پر اپنے حکم کو اس نے مستحکم انداز میں نافذ فرمایا کہ تا قیامت کسی کو دوبارہ سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکے، ارشاد باری تعالیٰ ہے واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق فما الذین فضلوا برادی رزقھم علیٰ ما ملکت ایمانھم فھم فیہ سواء (النحل)

"یعنی رزق میں اللہ نے ایک دوسرے کو برتری دی ہے اور جس کو برتری ملی ہے وہ اپنا حصہ ان لوگوں کو جن کے وہ مالک ہوتے ہیں واپس نہ کریں کہ سب آپس میں برابر ہو جائیں"۔

مذکورہ بالا آیت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ اسلام کا نظریہ ہمیشہ سے انسانوں کے فقر و فاقہ اور محتاجی کو دور کرتا رہا ہے حتیٰ کہ اس میں اس کے اثرات تک باقی نہ رہ جائیں۔

اسلام نے اقوام عالم کو متمدن بنانے کے لئے جن اصول کو اپنایا ہے اس کی اہم کڑی زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ سے غرباء و مساکین اور محتاجوں کو جو کچھ ملتا ہے اور خود زکوٰۃ نکالنے والے کا اخروی ثواب کے علاوہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مال کی محبت اس کے دل سے نکل جاتی ہے اور بخل و امساک وغیرہ کا حکم اس پر نہیں لگایا جا سکتا۔ یہ ہے اسلام کا اعلیٰ و ارفع نظام جو انسانی زندگی کے لئے مشعل راہ ہے، اسلام نے انسانی حقوق کا ہر طرح سے ہمیشہ لحاظ کیا ہے اور ظلم و ستم کی تردید قطعیاً کی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے ہیں۔

مذہب اسلام کے بارے میں مورخ گرنڈ شمنڈ کہتا ہے کہ مسلمان جب کسی ملک پر فتحیاب ہوتے ہیں تو وہاں کے باشندوں کا اچانک اس اجنبی مذہب کو قبول کر کے مسلمان ہو جانا دنیا کا عبرتناک واقعہ ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی!

اسی طرح فتح اسپین کا تذکرہ کرتے ہوئے مشہور مورخ ڈوزی اسلام کی رواداری کی بے حد تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ "اہل عرب اپنا دین قبول کرانے کے لئے کسی کو تنگ و مجبور نہیں کرتے اور اس کے لئے خود ... مسلمان عربوں کی سیاسی گزار ہیں: (الہلال دہلی دسمبر)

مذکورہ حقائق کی روشنی میں نہیں جانتا کہ دل یہ سوال کر سکتا ہوں، کہ آخر اسلام میں کون سی وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر دوسرے مذاہب کے ماننے والے حتیٰ کہ مخالفین اسے سراہنے پر مجبور ہیں، اگر مختصر طور پر اس کا جواب یہ متصور کیا جائے تو کافی ہوگا کہ اسلام نے دنیا والوں کے سامنے ایسا اصول دستور العمل و نظام زندگی پیش کیا ہے جو بنی نوع انسان کی فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہے اور انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے کے متعلق اس میں واضح اور مکمل ہدایات موجود ہیں۔

اسلام کی حقانیت واضح ہو جانے کے بعد اول مرحلہ میں ہمارے اوپر یہ فرض ہوتا ہے کہ ہم اپنے قول و کردار رفتار و گفتار کو کما حقہٗ سدھاریں، اور ہر قسم فسق و فجور سے منہ موڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کو اپنائیں کیونکہ ہماری زندگی کی کامیابی کا انحصار انہیں پر ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا دے۔ آمین۔

ترجمان میں
اشتہار دے کر اپنی تجارت کو
فروغ دیجیے۔

غیر مسلم مذہبی کتابوں میں بھی لا الٰہ الا اللہ کا وجود

مولوی عبدالرحمن نومسلم جو چیپرپلی ضلع وجے نگرم کے باشندے ہیں، دہلی کے قیام کے دوران ادارۂ ترجمان میں اپنے ایک انٹرویو میں چند اہم معلومات وخیالات کا اظہار فرماتے ہیں۔

ایڈیٹر:- بھائی عبدالرحمن صاحب اس کے بجائے مولانا صاحب کے آپ کو بھائی کہہ کر مخاطب کروں تو آپ اس سے خوش ہوں گے؟

عبدالرحمن صاحب:- ہاں! ضرور مجھے خوشی ہوگی کیونکہ اس سے زیادہ پیار کا لفظ مجھے قربت کے اظہار کے لیے اور دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔ اور میں آپ کا بھائی بننے کیلئے اسلام میں داخل ہوا ہوں کیوں کہ دوسرے کسی مذہب میں مجھے بھائی کی جگہ حاصل ہوگی [illegible] بھائی چارگی کا سلوک ہوگا۔ قرآن پاک نے بھی یہ بات واضح طور پر بیان کی ہے اور کوئی دوسرا نام ذکر کرنے کے بجائے بھائی کا لقب [illegible]۔ [illegible] اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔

ایڈیٹر:- آپ کا پہلا نام کیا تھا اور آپ کس دھرم پر یقین رکھتے تھے کیا ان میں سے کوئی مذہب [illegible] خدا کی پوجا کو جائز رکھتا ہے اور صرف اسی کی پوجا پر بس کرتا ہے اگر ہے تو نام بتلائیے۔

عبدالرحمن صاحب:- میرا نام [illegible] سیوا رام تھا اور اب میں [illegible] عبدالرحمن ہوں، مجھے پہلے نام سے کوئی نہیں پکارتا۔ میں ایک برہمن زادہ ہوں اور ہندو دھرم کی تمام مقدس کتابوں کا مطالعہ میں نے پچھلے زمانہ میں کیا اور وشنو [illegible] پر یقین رکھنے والے ایک خاندان سے تھے۔ وشنو مذہب کے معنی [illegible] وشنو کے ماننے والے [illegible] [illegible] ہندوستان کے راجاؤں نے اپنے اپنے [illegible] بھارت [illegible] میں بھارتی دنیا کے لیے وید میں ایک ہی خدا [illegible] بتلایا گیا ہے۔ بھارت میں ہندو دھرم کے علاوہ کسی مذہب میں اتنی قسمیں نہیں ہیں جیسے عیسائی مذہب [illegible] بھی تثلیث کا ہے وہاں بھی اتنی ذاتوں کے ٹکڑے اور فرقے نہیں ہیں جتنے کہ ہندو دھرم میں۔ اس فرق اور ذات پات کو مختلف دور کے پنڈتوں اور مذہبی رہنماؤں نے پیدا کیا ہے اس طرح ویدوں کے بدلتے ہوئے حالات نے اب وید کو اصلی حالت سے بہت زیادہ مختلف ہوا پڑا ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ آج کی وید پہلے دور کی وید کی صحیح اور سچی تصویر اور نقل ہے۔ بھارت وید میں پرمیشور یعنی خدا کی کوئی شکل نہیں ہے۔ خدا بغیر شکل وصورت کے ہے۔ اس کی کوئی شکل نہیں ہے نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کسی کو جنم ہے۔ یہ واقعات وید میں لکھے ہیں یہی بات جب قرآن میں سورہ قل ھو اللہ احد میں بتائی گئی تو وید والوں نے اس لیے اس کی مخالفت کی کہ پھر کسی مورتی میں بھارت ماتا شنکھ چکر گدا [illegible] کے اپنا پیٹ پالنے کے بعد میں مورتی پوجا شروع کردی گئی۔ کچھ درباری [illegible] یہ ظاہر کرنے لگے کہ برہمن خدا کے سر سے پیدا ہوا، شودر پیروں سے، چھتری بازو سے اور ویش رانوں سے۔ خدا کے ماننے والے برہمن وید کے عالم [illegible] کہلانے لگے۔

ایڈیٹر:- بھائی عبدالرحمن صاحب کیا اس ملک کا نام بھارت اور ہندوستان کے علاوہ کچھ اور بھی رہا ہے

عبدالرحمن:- ہاں کسی زمانہ میں اس ملک کا نام جمبو دیپ تھا۔ دشینت مہاراج کا بیٹا بھرت جب اس ملک کا بادشاہ بنا تو اسی کے زمانہ سے اس ملک کو بھارت کہا جانے لگا۔ جمبو دیپ کے معنی ہیں جس زمین کے تین جانب پانی ہو اور ایک طرف خشکی ہو اس کو جمبو دیپ کہتے تھے۔ ہندوستان کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے تین طرف پانی یعنی سمندر ہے اور ایک طرف پہاڑ ہے۔ ہندو دیش کے تلگو زبان میں سنسکرت، اور بھارتی زبانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ایڈیٹر:- بھائی عبدالرحمن آپ نے وید کو اچھی طرح پڑھا ہے، اس میں دیوتاؤں کی تعداد کتنی بتائی گئی ہے اور آپ خود کتنے دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتے تھے؟

عبدالرحمن:- بھارت دیش میں اٹھارہ پران میں انسان کی لکھی ہوئی شہری زندگی، موسمی زندگی، عورت کی زندگی، تمام زندگیوں کے لیے تقریباً ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو اپنایا ہے۔ ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کی مورتیاں بنائی گئیں۔ کچھ روحانیت پرستوں نے انسان کے جسم کو ہی بت خانہ بنالیا۔ جسم کے بعض اعضاء کو پوجا جانے لگی۔ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں میں میرا دل کسی سے وابستہ نہ تھا غالباً اسی وجہ سے مجھے اسلام کی طرف رہنمائی ہوئی۔ اگر ہندو دھرم میں ایک ہی کی پوجا ہوتی تو غالباً میں اسلام کی طرف آتا ہی نہیں اور اگر آتا بھی تو دیر میں۔ میں نے قرآن کا بھی اور دوسری مذہبی کتابوں کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اس میں جا بجا ایک اللہ ایک ذات کی پوجا کی ہدایت کی گئی ہے اور دوسری کسی ذات سے تعلق کو شرک یعنی خدا سے بغاوت کہا گیا ہے جس کو خدا ہرگز معاف نہ کریں گے۔

ایڈیٹر:- بھائی عبدالرحمن صاحب کیا آپ نے کسی وید کے اشلوک میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اشارۃً و کنایۃً بھی پایا؟

عبدالرحمن:- مجھے بہت سی جگہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کلمہ طیبہ کی طرف صاف صاف لکھے ہوئے کلمات ملتے ہیں۔ اتھروید میں ہے لا الٰہ ہرتے پاپم الا اللہ پرم پدم یعنی لا الٰہ کہنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور الا اللہ کہنے سے جنت میں داخلہ ہوگا۔ ایک منتر میں نبی کا نام محمد لکھا ہوا ہے۔ شام وید میں ایک جگہ محمد کہہ کر آخری پیغمبر کا نام صاف لکھا ہوا ہے۔ اور ساہتہ وید میں اس طرح لکھی ہے کہ محمد نور سے پیدا ہوئے یا خاک سے۔ [illegible] منتر اٹھارہ رگ وید منڈل دس سوکت ۹۰ منتر ۱۲ مکہ شہر میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ رونق افروز ہونے کی اطلاع دی گئی ہے۔ اسلام وید میں [illegible] سوکت ۲۰ منتر ہے میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی خبر دی گئی ہے۔

ایڈیٹر:- بھائی صاحب! آپ نے اسلام کس سنہ میں قبول کیا اور کس سے تعلیم پائی۔

عبدالرحمن:- میں نے اسلام ۱۹۷۵ء میں قبول کیا۔ ایک مبلغ مولوی معین الدین تلگو زبان جانتے تھے ان سے میں نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا۔ میں ایک روز اپنی برسوں کی سرگردانی کے بعد ایک شخص کو خواب میں دیکھا۔ میرا خیال ہے وہ بہت بڑے بزرگوں میں تھے۔ انہوں نے مجھے قرآن پڑھنے کی ہدایت کی۔ میرے وطن سے قریب موضع سنگلی ایک تاجر چرم سے ملاقات ہوئی۔ ان سے اپنے خواب کا واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ میرے پاس ترجمہ والا کلام پاک تو نہیں ہے۔ لہٰذا کسی بڑے گاؤں میں جاؤ وہاں قرآن مترجم مل جائے گا۔ میں نے کچھ دنوں میں مبلغ ایک سو روپیہ جمع کیا اور موضع سرنگا کلم پہونچا۔ وہاں قریب ہی کلکتہ چینئی روڈ پر ایک مسجد تھی پہونچ کر مصلیوں سے اپنا مدعا بیان کیا۔ اس مسجد میں مولوی معین صاحب مل گئے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔ تین روز تک مولوی معین الدین صاحب سے بات چیت ہوتی رہی انہوں نے ہمارے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کیا۔

ایڈیٹر:- بھائی عبدالرحمن صاحب آپ کو تو ضرور ہوگا کہ آپ کس سنہ میں پیدا ہوئے۔

عبدالرحمن:- ہنس کر! یہ ماں باپ تو بتلا ہی دیتے ہیں کہ بچہ کس سنہ میں پیدا ہوا اور پھر بعض دفعہ اسکول میں داخلہ کے وقت سارٹیفکیٹ کی ضرورت پڑتی ہے جس سے ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کس سنہ میں اور کس تاریخ میں پیدا ہوا۔ میں موضع سنگلی تعلقہ پالاکونڈہ ضلع سریکاکلم ۲۵ اپریل ۱۹۲۶ء کو پیدا ہوا۔ آندھرا پردیش کے اس سنگلی گاؤں میں مشکل سے مسلمانوں کے ۱۲-۲۰ مکان ہوں گے۔ میرے والد مرحوم کا نام سوریہ پرکاش راؤ تھا ان کے بھائی کے

بقیہ :- غیر مسلم مذہبی کتابوں میں بھی لا الٰہ الا اللہ کا وجود

اچھے تعلقات تھے، لہٰذا وہ باوجود خاندانی برہمن ہونے کے مسلمانوں سے بہت گہرے تعلقات تھے، میرے اسلام کے بعد تقریباً ایک سال بعد میرے بچے اور بیوی بھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے، لہٰذا انہوں نے بہت خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔

اڈیٹر :- بھائی عبدالرحمن ایک بات ضرور دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آپ کے قبول اسلام کے بعد کسی نے آپ سے تعارض بھی کیا؟ اور کیا آپ نے اس اقدام پر کوئی اذیت بھی اٹھائی؟

عبدالرحمن :- جی ہاں! میرے قبول اسلام کے بعد میرے قریبی رشتہ داروں نے کافی سخت ردعمل کا اظہار کیا، کئی دفعہ مارا پیٹا، لیکن میں نے اس کے بعد قطع تعلق کر لیا۔ میں نے جہاں اب قیام رکھا ہے وہاں ہندو پنڈت بار بار ہو گئے، گاؤں والوں کے سامنے مجھ سے کئی روز تک مباحثہ کیا، ان پنڈتوں میں ایک سری بی مکششی نرسمہا شرما تھے، انہوں نے زور دے کر کہا کہ تم نے اسلام قبول کر لیا آخر تم کو یہ روگ کیسے لگ گیا، پنڈت نے کہا کہ تم نے اسلام قبول کیا جو پانچویں صدی میں آیا، اور ہندو مذہب اس سے ہزاروں سال پرانا مذہب ہے، میں نے کہا اسلام اس وقت پیدا ہوا جب کہ سورج و چاند بھی پیدا نہیں ہوا تھا، پھر میں نے گیتا کا یہ اشلوک سنایا۔

پرترانی لے سادھو نام، و نیا سائے چہ دشکر تام، دھرم سنستھا پناتھیم سمبھوامی یوگے یوگے (ترجمہ :- بدی کو مٹانے اور نیکی کو پھیلانے کے لئے کسی نہ کسی کو بھیجا گیا، لیکن ہندومت میں آنے والے پیغمبروں کو ہندوؤں نے خدا مان لیا۔ دنیا میں ایک لاکھ ۲۴ ہزار پیغمبر آئے اور آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قرآن اللہ کی بھیجی ہوئی آخری کتاب ہے، میں نے پنڈت جی سے کہا کہ ہندومت کی بہت سی خرابیاں ہیں جن کو آج حکومت کے قانون کے ذریعہ مٹایا جا رہا ہے مثلاً چھوت چھات لیکن قرآن نے اس کو ۱۴ سو سال پہلے مٹایا تھا، بیوہ کی شادی جو ہندو مت میں ناجائز ہے، اب حکومت اس کو مٹانے کی فکر میں ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی شادی ایک بیوہ سے کی جن کا نام حضرت خدیجہ تھا۔

پنڈت نے پھر غصہ میں آ کر کہا کہ تم نے ایسے مذہب کو اختیار کیا ہے جس میں اورنگ زیب جیسے ظالم بادشاہ پیدا ہوئے جنہوں نے مندروں کو توڑا، اس پر میں جواب نہ دے سکا، کیوں کہ میرا تاریخی مطالعہ بہت کم تھا، لیکن میں نے کہا کہ کل صبح کو جواب دوں گا، میرا خیال تھا کہ میں کسی مسلمان سے پوچھوں گا اور معقول جواب مل جانے پر اس پنڈت کو مطمئن کر دوں گا، مگر یہ بھی خیال دل میں آتا تھا کہ اتنی جلدی کہاں سے جواب حاصل ہو سکے گا، پنڈت نے کہا تھا کہ تم چھ ماہ میں بھی جواب نہ دے سکو گے، میں نے پھر یقین کے ساتھ کہا کہ کل کی صبح دور نہیں ہے، میں کل صبح ضرور جواب دوں گا، اسی حالت میں شام کو مغرب و عشاء میں دعا کی، کچھ دیر بعد فجر کی نماز پڑھ کر نکلا اور عصر میں سری کا کلمہ ہو چکا، اور نماز بعد کچھ مسلمانوں سے پوچھا کہ لوگ اورنگ زیب کو کیوں ظالم کہتے ہیں، اس نے مندر کیوں گرائے، لوگوں نے کہا کہ اس طرح کی بحثیں ہمیشہ چلتی ہیں، تم اس طرح کی بحث میں نہ پڑو، میں نے اللہ سے رو رو کر دعا کی کہ وہ مجھ کو اس کا جواب سمجھا دے، میری آنکھ لگ گئی، میں نے ایک گاؤں دیکھا جس کے درمیان ایک نالہ بہہ رہا تھا، وہاں یہ دستور تھا کہ ہر سال دشہرہ کے موقع پر ۲۰ سال سے کم عمر نوجوانوں کی قربانی دی جاتی تھی، جو غیر شادی شدہ ہو اور جس میں کوئی جسمانی عیب نہ ہو، اس سال ایک بیوہ کے اکلوتے بیٹے کی باری تھی، گاؤں والوں نے باجہ بجا کر اس بچے کا جلوس نکالا، ۹ دن تک اس کی خوب خاطر مدارات ہوئی اور دسویں دن اس کی قربانی دی جانے والی تھی، غرض وہ پریشان حال بیوہ ماں روتی پیٹتی گاؤں سے چار میل باہر نکل گئی۔ جہاں اورنگ زیب کا لشکر پڑاؤ ڈالے تھا، وہ بادشاہ کے سر دار پر گر پڑی۔ اورنگ زیب نے اس کو سر اٹھانے کو کہا اور تسلی دی کہ اس کا بچہ بھینٹ نہیں چڑھے گا، بیوہ برہمن نے بتلایا کہ فلاں دن فلاں جگہ کالی کے مندر پر اس کا خون ہوگا، اورنگ زیب گھمسان کی لڑائی میں مصروف تھا لیکن عین اس دن اس کو اپنا وعدہ یاد آیا، وہ میدان سے نکل کر کالی کے مندر پر پہنچا جہاں برہمن بیوہ کا لڑکا لایا گیا تھا اور مندر کو توڑ دیا کہ یہ تم کو بارش دیتی ہے؟ اور سورج میں جگہ دیتی ہے؟ بچے کا قتل نہیں ہو سکا۔

دوسرے دن میں نے پنڈت کو بتلایا کہ اورنگ زیب اس لئے مندر گراتا تھا اور پھر ایک دو جگہ ایسا کیا تو ذرا تم راجندر پرشاد سابق صدر جمہوریہ کی کتاب اٹھا کر پڑھو کہ اورنگ زیب نے کتنے مندروں کو زمین وقف کی اس کی تفصیلات بھی یاد رکھو مگر تم کو لے دے کر صرف یہی بات یاد رہی ہے کہ اورنگ زیب ظالم تھا، ستم گر تھا، بلا وجہ مندر توڑتا تھا، اس وقت میں ابھی ہوتا تو وہی کرتا جو اورنگ زیب نے کیا۔ پنڈت جی نے اعتراف کیا کہ ہندو مت میں اس طرح کی بھینٹ دی جاتی رہی ہے۔

اڈیٹر :- بھائی عبدالرحمن میں نے آپ کو تکلیف دی لیکن یہ بھی یقین رکھئے کہ آپ کے دیئے ہوئے معلومات بہت لوگوں کے کام آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل کو روشن کیا ہے، یقین کامل دیا ہے اور ہر موقع پر آپ کی دستگیری کرتا ہے، آپ کو صحیح بات سمجھاتا ہے، اللہ آپ کو آئندہ بھی ایمان پر تا زیست دستگیری کرے اور ایمان پر خاتمہ کرے آمین —— آپ یہ بھی بتلائیے کہ ہندوستان میں اسلام کا مستقبل کیسا رہے گا؟

عبدالرحمن :- ہندوستان میں اگر مسلمان متبع سنت بن کر رہیں اور دینی زندگی اختیار کریں تو کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا لیکن ہو رہا ہے "اندر ضعف و کمزوری ہے تو نعرہ بازیوں سے خدا خوش ہونے والا نہیں ہے، چوں کہ مسلمان کی زندگی نبوت والی زندگی سے دور ہو چکی ہے اور زندگی کے تمام اعمال سنت کے حدود اور اس کی پابندیوں سے خارج ہے اس لئے خدا کی رحمت بھی دور ہو رہی ہے اور عذاب خداوندی بار بار جھنجھوڑ رہا ہے لیکن مسلمانوں کی آنکھ پر پردہ پڑا ہوا ہے وہ یہ سمجھ بھی نہیں پاتے کہ یہ عذاب کیوں آیا، کسی قوم کے لئے یہ مرحلہ سب سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اگر خدا کی ذات اور رسول کی رحیم و کریم شخصیت سے اپنا حقیقی رشتہ نہ ہوا تو جس طرح اسلام سے پہلے قومیں نیست و نابود ہو گئیں کہیں موجودہ مسلمان بھی اس کی زد میں نہ آ جائیں، یہ انفرادی مسئلہ بھی ہے اور اجتماعی بھی، اور ہر ایک کے لئے ہدایات قرآن و سنت میں موجود ہیں۔

خدا ہم سب کو توفیق دے آمین۔

M.D. A. RAHMAN

8/8/82

کاروبار فحش کی یہ ارزانی و فراوانی

بہ شکریہ الاعتصام

قحط کے ماروں کو چرایا ہے موسیقی کا شوق
خوب ہے نغموں کی کثرت رزق کی تنگی کے ساتھ

کیا خبر ہوئے کو ہے اس قوم کا انجام کیا
جو کرے توبہ بھی گا کر طبلہ سارنگی کے ساتھ

یہ حقیقت ہے کہ ماضی کا رئیس باحیا
بھول کر بھی رنڈیوں کے شعر پہ سر دھنتا نہ تھا

حال کا عیاش مفلس مفت میں ممنتا ہے روز
لیے گلے جو کوئی نواب بھی سنتا نہ تھا

قوم کے اخلاق کو برباد ہوتا دیکھ کر
خیر خواہان وطن کو مل کے رونا چاہیے

جناب غلام محمد کڈے صاحب - ناظم جمعیۃ اہلحدیث

(جموں کشمیر)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدرسہ رحمانیہ دہلی کی تجدید کی کوشش کرنے پر غلام نبی ہارون صاحب کے متعلق جو کچھ اخبار مسلم و اخبار آفتاب میں رکھا۔ وہ راقم نے سنا۔ مدرسہ رحمانیہ کی تجدید کا آغاز ہارون صاحب وغیرہ کی طرف سے نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اس کا آغاز راقم کے اصرار و مشورے سے ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ راقم جماعتی سطح کے جھگڑے کو دبا دینے اور بعد میں اس کو ختم کر دینے کے منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ کوئی ڈیڑھ برس پہلے راقم نے جامعہ مرکزی دارالعلوم بنارس سے اس منصوبے کا تذکرہ اس وقت کر دیا تھا جب وہ مجھ سے ملنے سری نگر آئے تھے۔ بلاشبہ جماعتی نظم تو ایک ہی رہ سکتا ہے۔ لیکن مدارس پر ایسی کوئی پابندی عائد کرنا بالکل بے بصیرتی ہوگی۔ کہ سوائے مرکزی دارالعلوم بنارس کی اجازت کے جماعت کا کوئی فرد کوئی مدرسہ قائم نہیں کر سکتا۔ گذشتہ سال بھر کے اندر مولوی عبد الحمید رحمانی نے دہلی میں اپنا مدرسہ قائم کیا۔ اور مرکز والوں نے اس کی ہر طرح امداد کی۔ شاید بیس تیس ہزار روپے سے زیادہ کی رقم خود بنارس والوں نے دی۔ ایسی صورت میں دہلی والوں کو مدرسہ رحمانیہ کی تجدید کرنے پر باغی گروہ و خود ساختہ جیسے الفاظ کا مستحق گرداننا آپ لوگوں کی زیادتی ہے۔ اور سراسر زیادتی ہے۔ اور آپ کو اس کی تلافی کرنا ہوگی۔ اگر یہ غداری اور بغاوت ہی ہے تو پھر اس کا مستحق آپ کو غلام نبی ہارون کے بجائے مجھے رکھنا چاہیے جس نے ان لوگوں کو جماعت کے سلسلے میں بگڑ جانے کے بجائے ایک تعمیری لائحہ عمل پر لگایا اور خود رحمانیہ کی تجدید کا سنگ بنیاد رکھا۔

لہٰذا آپ نے چائے کے پیالے میں جو طوفان کھڑا کیا ہے۔ وہ یکسر آپ کا جرم ہے۔ اس میں حق و انصاف کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ اسے انگریزی کی زبان میں "Storm in a cup of tea" کہتے ہیں۔

دوسری ضروری بات یہ عرض کرنا ہے کہ آپ نے کچھ روپیہ مل جانے سے جس طرح اہلحدیث تحریک کو توڑ کر شاہی انداز کا ایک نظام بنا دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ کام جماعت کی تجدید کے بجائے صرف پنشن پانے والے ملازمین کا رزق کمانے کا دھندا بن کر رہ جائیگا۔ لہٰذا جو شخص جماعت کے ساتھ مل کر دینی کام کرنا چاہے وہ رضاکار بن کر یہ کام کرے۔ نہ کہ ایک کرسی نشین افسر بن کر اپنی دنیاوی ملازمت کو ترقی کی صورت دینے کی کوشش کرے۔

تیسری بات یہ عرض کرنا ہے۔ کہ پانچ سال کے قریب رام سو میں کوئی بڑی مسجد جماعت کے قبضے میں آئی ہے۔ وہاں کے امام صاحب کا ایک نہایت تلخ نوعیت کا ایک خط دو ہفتہ پہلے راقم کو ملا تھا۔ اس مسجد و علاقے کو دائرہ تبلیغ سے علیحدہ رکھنے کی شکایت کی گئی تھی۔ اس طرف خاص توجہ دی جائے۔ امید ہے کہ آپ اس خط کو اخبار مسلم اور اخبار آفتاب میں اشاعت دلا دیں گے۔ راقم اس کی نقل ہارون صاحب کو بھی بھیج رہا ہے۔ وہ چاہیں تو اسے اشاعت دے سکتے ہیں۔

سب بھائیوں کو سلام مسنون!

فقیر نذیر احمد

۱۲ر جولائی [illegible]

ضرورت صدر مدرس

مدرسہ ثنائیہ سلفیہ کھوا دوبا پیرا ڈیہی بازار ضلع سیتا مڑھی کو ایک باصلاحیت صدر مدرس کی ضرورت ہے جن کا عقیدہ مسلک اہلحدیث ہو۔ سند کی کوئی قید نہیں۔ مدرس موصوف کو قریب کے مسجد میں پنجگانہ نماز اور جمعہ کا خطبہ دینا لازمی ہے۔ تعلیمی معاوضہ مبلغ [illegible] روپیہ مع طعام کے انہیں دیا جائیگا۔ نیز انہیں اپنے خویش و اقربا سے ملنے کیلئے ہر دو ماہ پر ایک ہفتے کی با تنخواہ رخصت دی جائیگی۔ امیدوار حضرات ذیل کے پتہ پر ۵ ر رمضان المبارک تک اپنی درخواست بھیج دیں۔ فقط - پتہ حسب ذیل ہے۔

سکریٹری مدرسہ ثنائیہ سلفیہ کھوا دوبا پوسٹ کھوا دوبا پیرا ڈیہی بازار ضلع سیتا مڑھی (بہار)

مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو مبارکپور

"مولانا ضیاء الدین اصلاحی رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ اور مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کی نظر میں"

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔

(۱) مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو کے جلسہ افتتاح اور سنگ بنیاد کی تقریب کے بعد آج پہلی دفعہ دوبارہ پھر اس کی زیارت کا موقع ملا۔ اور درجہ چہارم کے ترجمہ قرآن مجید اور درجہ سوم کے ادب دار العرب اور درجہ اول کی کتاب قصص النبیین کا امتحان بھی لیا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ چند برس قبل اس مدرسہ کو بالکل ابتدائی حالت میں بلکہ ایسی حالت اور ایسے وقت میں دیکھا تھا جب یہاں عمارتوں کے بجائے گڈھے تھے۔ الحمد للہ اب اس کے کارکنوں کے عزم و حوصلہ اور محنت و کوشش سے کئی کئی اچھی عمارتیں بن گئی ہیں۔ اور درجہ چہارم تک عربی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ میں نے جن درجات کا امتحان لیا۔ ماشاء اللہ طلبہ کو ذی استعداد پایا۔ البتہ اگر معلمین اور اساتذہ اور توجہ دیں۔ تو طلبہ کا علمی معیار اور بلند سے بلند تر ہو سکتا ہے۔ مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم نے قلیل مدت میں جس حد تک ترقی کی ہے۔ وہ اطمینان بخش ہے۔ اور اس کو دیکھتے ہوئے توقع ہے کہ وہ آئندہ ایک مثالی درسگاہ کی شکل اختیار کریگا۔

ضیاء الدین اصلاحی

۸ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ مطابق

یکم جون ۱۹۸۲ء

(۲) مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم املو مبارکپور اعظم گڈھ کے عربی درجہ سوم کے طلبہ کا امتحان ادب عربی کی کتابوں میں لیا۔ نیز ترجمہ قرآن مجید سنا۔ ماشاء اللہ مجموعی اعتبار سے تعلیم ہر طرح قابل اطمینان معلوم ہوئی۔ طلبہ کے ذوق و شوق اور اساتذہ کی محنت و شفقت کا اندازہ ہوا۔ میں نے کتاب سے الگ باتیں بچوں سے معلوم کیں۔ اور انھوں نے نہایت مستعدی اور خوشی سے جوابات دیئے۔ ان زمانہ عام طور سے ہمارے مدارس عربیہ میں تعلیمی معیار گرتا جا رہا ہے۔ مگر مدرسہ انوار العلوم املو میں الحمد للہ اطمینان بخش معلوم ہوا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اساتذہ اور اراکین خلوص اور محنت کے ساتھ تعلیم و تربیت کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس مدرسہ کو اور اس جیسے دوسرے مدرسوں کو جو تعلیمی معیار قائم رکھے ہوئے ہیں زیادہ سے زیادہ ترقی دی جائے۔ اور ہر طرح کا مالی اور اخلاقی تعاون پیش کیا جائے۔ تاکہ ان کو بیش از بیش علمی و دینی خدمت کا موقع نصیب ہو۔

قاضی اطہر مبارکپوری

یکم جون ۱۹۸۲ء مطابق ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

مدرسہ عربیہ نور العلوم سنگھوہاں

پوسٹ گینسڑی ضلع گونڈہ (یوپی)

طالبان علوم نبویہ اور تشنگان علوم دینیہ کو یہ خوشخبری دیتے ہوئے بڑی مسرت و شادمانی ہو رہی ہے۔ کہ مدرسہ عربیہ نور العلوم سنگھوہاں پوسٹ گینسڑی ضلع گونڈہ یوپی میں ابتدائی درجات کے علاوہ عربی جماعت سابعہ درجہ چہارم جماعت تک باقاعدہ تعلیمی سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ جس کے لئے لائق و فائق اساتذہ کی خدمات حاصل ہو گئی ہیں۔ لہٰذا داخلے کے خواہشمند طلبا اپنی درخواستیں تصدیق کے ساتھ ناظم مدرسہ کے پاس ۵ ر شوال تک روانہ کر کے منظوری حاصل کر لیں۔ یا خود لیں۔ تاکہ تعداد کے مطابق انتظام کیا جا سکے۔

فقط

المعلن

شبیر احمد اثری صدر المدرسین

مدرسہ عربیہ نور العلوم

سنگھوہاں

پوسٹ گینسڑی

ضلع گونڈہ

(یوپی)

یکم رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

دارالحدیث رحمانیہ کی نشاۃ ثانیہ

اور اس کا احیاء وقت کی ایک اہم ضرورت

ہماری ملی زندگی آج اس موڑ پر ہے جہاں ۱۸۵۷ء کے مابعد تھی۔ جن مسائل سے اس وقت دوچار ہونا پڑا تھا آج بھی اسی طرح مسائل ہمارے سامنے درپیش ہیں۔ ملت کے سامنے روزگار کا مسئلہ، ملازمتوں کا مسئلہ، اور خود مختلف سمت سے سیاسی و معاشی یلغار۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس وقت جو قوم مسلمانوں کے سامنے تھی جس سے معاملہ بندی کرنا تھا۔ وہ غیر ملکی و غیر وطنی تھی۔ طبعی طور پر اس کے دل میں نہ رحم تھا، نہ ملک کی بہبود، نہ دنیاوی و صنعتی ترقی، نہ وطن والوں کے ساتھ حسن سلوک بلکہ اس کے برعکس ملک کے عام باشندوں خصوصاً مسلمانوں کو غلامی کی ایسی زنجیر میں جکڑنا چاہتے تھے جس کے ساتھ ذلت و رسوائی غربت و افلاس بے سروسامانی و خانہ بربادی جہل و نکبت ساتھ ساتھ ہوں۔ لہٰذا ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ڈائرکٹر نے مسلمانوں کے حق میں جو تجویز رکھی اور اتفاق رائے سے منظور ہوا وہ یہ تھی کہ مسلمان چونکہ ابھی برسراقتدار تھا لہٰذا ہم سے تیر آزمائی کے لئے انہیں لوگوں اور اسی قوم کا سامنا کرنا پڑتا ہے غیر مسلم ہم سے تعارض کم کرتے ہیں۔ لہٰذا خصوصی طور پر مسلمانوں میں اگر یہ ممکن ہو سکے۔ کہ تعلیمی اداروں کو بچے سے دور کیا جائے۔ تو یہ امر انگریزی حکومت کے استحکام کا سبب ہے گا۔ کیونکہ جب یہ قوم جاہل رہے گی۔ تو ہمارے مقابلے میں کبھی نہ ہو سکے گی۔ اگر یہ قوم جہالت کا شکار ہو جائے۔ تو انگریزی حکومت کو اپنی من مانی چلانے میں سہولت ہو گی۔ صرف یہی ایک حربہ ہے جس سے مستقبل میں ہم مضبوط اپنے پاؤں کا خواب سچ کر دکھا سکتے ہیں۔ ورنہ اگر اس کے خلاف رہا۔ تو اس قوم کو اپنی کھوئی عظمت کو دوبارہ لوٹانے میں دیر نہیں لگے گی۔ وہ اپنے مسائل کو بخوبی حل کرنے کی ابھی بھی استعداد رکھتی ہے۔ لیکن اس وقت جس چیز کی کمی ہے۔ وہ ہے علم کا فروغ اس کمی کی تلافی اللہ ہی کی طرف سے جانے کے لئے

حکومت جتنا بھی خرچ کرے۔ اس سے مسلمانوں کے قومی زوال کو یقیناً دوامی ولافانی بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن اللہ جزائے خیر دے۔ ہمارے بزرگوں کو کہ انہوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اس ریزولیشن کے پاس ہوتے ہی اپنی ساری توجہ اس طرف مبذول کی کہ سب سے پہلا اور اہم کام اور وقت کی سب سے بڑی پکار یہ ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا نظام قائم کیا جائے۔ کہ ہر جگہ مسلمانوں کے گھرانوں میں دینی تعلیم عام ہو۔ لہٰذا جگہ جگہ مدارس کا قیام ہوا۔ تعلیم کے معیار کو بڑھانے کو جہاد کا ایک درجہ حاصل ہو گیا۔ مرد تو مرد عورتوں میں عموماً حفظ قرآن اور صنعت کاری اردو و فارسی زبان میں نہ صرف ادب بلکہ علوم کے سیکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ اسی دور کی یادگار دارالعلوم دیوبند، دارالعلوم سلفیہ آرہ، دارالحدیث رحمانیہ دہلی، مسلم یونیورسٹی علیگڑھ، بھوپال میں حضرت علامہ سید صدیق حسنؒ کے زیر نگرانی عربی علوم کی خدمت حضرت مولانا عنایت رسول و مولانا فاروق چریا کوٹی کے علمی خدمات، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری، اور مولانا رحمت اللہ مؤسس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے بیش بہا خدمات تاریخ میں ہر درخشاں ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں جن کی ادنیٰ کارگذاری یہ تھی۔ کہ ایک اہم اور مناظرہ باز پادری کو مولانا کی موجودگی میں ہندوستان چھوڑ کر جانا پڑا۔ اور جب سلطان عبدالحمید ترکی میں خلیفہ تھے۔ تو فانڈر پادری قرآن سے مناظرہ کے لئے استنبول پہنچا لیکن اس وقت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی ہجرت فرما چکے تھے۔ بعض دانشوروں نے حکومت ترکی کو مشورہ دیا کہ اگر اس پادری سے مناظرہ منظور ہے تو ایک ہندی مولوی مکہ مکرمہ میں موجود ہے اسکو بلا لیا جائے۔ سلطان نے خصوصی ایلچی بھیج کر مولانا کو طلب کیا۔ اور خلعت و منشور واضح کر دیا۔ مولانا خوش خوش استنبول پہنچے جب پادری کو معلوم ہوا کہ ہندی شخص کے قصے ہندوستان

چھوڑنے کی نوبت آئی تھی یہاں انگریزوں کی مدد کو آگیا ہے۔ تو خود رخت سفر باندھ لیا۔ اور چپکے سے کسی طرف روانہ ہو گیا یہ وہ کامیابی تھی جس کا اندیشہ بہت دنوں پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائرکٹر نے انگریزوں کے سامنے ظاہر کیا تھا۔ اور اسی طرح اور بہت سے منافع خود مسلمانوں نے بعد کو حاصل کئے۔ اور ملک و ملت میں اگر مدارس سے نکلنے والے نتائج و اثرات کو دیکھا جائے۔ تو اپنے بزرگوں کیلئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔ کہ وہ اپنے وقت کا جو فرض منصبی تھا۔ ادا کر گئے۔ اللہ ان کی قبروں کو نور سے منور کرے اور آخرت میں ان کے لئے اعلیٰ درجے کی نعمتیں مہیا کرے۔ ہمارا دور جیسا کہ عرض کیا، ایسے دور کے مماثل ہے جس دور کی جھلکیاں ہم ۱۸۵۷ء میں دیکھتے ہیں۔ اقلیت کا مسئلہ چاہے وہ کسی درجہ کا ہو اکثریت کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا نسل کے لئے کچھ کام ہوتے رہتے ہیں لیکن مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم کی راہ میں آج بھی کتنی رکاوٹیں حائل ہیں۔ اسکو وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں جو امت کے تعلیمی مسائل سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ کچھ تعلیم پانے کے بعد ترقی کی راہ میں تعصب کا ایسا گھناؤنا بھوت کھڑا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے کسی اہل سے اہل شخص کا بس نہیں چلتا۔ ہمارے عربی اور دینی مدارس ایسے ہاتھوں میں آگئے ہیں۔ جن کی بے بصیرتی مسلّم ہے جو خود مدرسے و تعلیم گاہوں کو اپنی خواہشوں اور اغراض اور معاش کے چلنے کا ایک ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ بڑی بڑی تعلیمی درسگاہوں کے اندر تعلیمی نظام تو ایک طرف منتظمین کی پارٹی پالٹکس اور ذہنیت ایسا رنگ تناؤ کھینچا تانی اور بعض اہل دور کے لئے دکھ کا سبب ہوا ہے۔ اور یہ جو ایک مرض ترقی کرتا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو امت اسلامیہ سے بیگانہ تقریباً ۱۸۵۷ء والی ایسٹ انڈیا کمپنی کی تجاویز و مقاصد کے حامل یا قریب قریب آج بھی اپنے مقاصد رکھتے ہیں۔ یقیناً ان کی خوشی کا میدان اور وسیع ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اور امداد

و شمار کو اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں میں جہالت و ناخواندگی عام ہوتی جا رہی ہے کیوں اور کیسے اس کا اعادہ کریں۔ اس دور کے لئے بھی مولانا ثناء اللہ اور ان کے مانند جانشینوں کی ضرورت ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری و مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کی ضرورت ہے۔ مولانا عنایت رسول چریا کوٹی کی ضرورت ہے۔ مولانا معین الحق پھلواری کی ضرورت ہے۔ اور سر سید مرحوم کی ضرورت ہے۔ علامہ شبلی کی ضرورت ہے۔ ان سب مرحوموں کو کیسے پکار کر کہا جائے کہ اگر خود نہیں آ سکتے تو رب العزت سے یہ دعا کرو کہ تمہارے جانشین لاکھوں ہزاروں کی تعداد میں پیدا فرما دے۔ کہ اس امت مسلمہ کے سامنے درپیش مسائل کو سر جوڑ کر حل کیا جا سکے۔ اس وقت تو عالم یہ ہے کہ انہیں حضرات کی اپنے باقیات اپنے آنسو اور خون سے سینچی ہوئی معلوں تعلیم گاہوں، اداروں اور ترقی مراکز پر ایسے نابکار نالائق نام نہاد امت کے ٹکڑے والے اختلافات کو بڑھاوا دینے والے امت میں جنگ و جدال کے برپا کرنے والے سرگروں ہونے والے ہنگامہ اور شور شرابے اعتزاز کے لئے امت کا بیڑا غرق کرنے والے اپنی لیڈرشپ کے زوال پر آہ و بکا کرنے والے مفرق ملت ٹکڑوں پر بکنے والے ہماری پاسبانی کے دعویدار بن کر علاقے علاقے کو مفلوج بنا دینے والے سیاست سے نابلد مگر سیاست کے نام پیدا و دار ہماری تعلیمی ثقافتی معاشی و معاشرتی کشتی کو ڈگمگاتے پھر رہے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ اب ڈوبا تب ڈوبا۔ جو لوگ صاحب علم ہیں اور کچھ بھی مطالعہ کا ذوق رکھتے ہیں ان کے دلوں میں یہ سب باتیں ہیں اور یقیناً ہونگی جیسے ڈاک قلم سے بے ساختہ نکل رہی ہیں۔ ایسے نازک دور میں بے حد ضروری ہے کہ ایک طرف مخلصین کی تلاش ہو اور دوسری طرف اتحاد و اتفاق و منظم طور جس کو جوڑ دیا جائے جو پہلے سے بہتر حاصل تھا۔ اور ہر وقت پر جو میسر ہو سکتی ہے ہو اگر آج براہم کا تقاضا پیدا کر سکتی ہے اندر کشش پیدا

دار الحدیث رحمانیہ کی تجدید ـــ ایک ـــ نہایت مستحسن و خوش آئند اقدام

اپنے دل کا حال

عبدالمنان اختری بلرام پوری
وارد حال مسجد کتب پھاٹک حبش خاں دہلی

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔

اما بعد! ابھی میری عمر دس سال کی تھی اور میں مسجد نواب ابراہیم واقع بیر نگر کا موجود میں جناب قاری جمیل الرحمن صاحب لکھنوی [illegible] کے سامنے تربیت و تسلیم میں "قرآن مجید" کے منازل طے کر رہا تھا اور ہمارے درس و معلم کی حیثیت سے دار الحدیث رحمانیہ مرحوم کا شہرہ از قاف تا قاف اور اس کا غلغلہ چہار دانگ عالم میں بلند ہو رہا تھا۔ وفور محبت و شوق طلب سے میرا دل مچل رہا تھا کہ ہندوستان کی اس مرکزی درسگاہ سے اپنے دامن مراد کو بھر لوں۔ لیکن حسرتا کہ میں سنت ان کے مطابق ۱۹۴۷ء میں برصغیر کی انسانی سیاست ہمارے خلاف اٹھ گئی۔ اور ہر ایک سیاست ہمالہ کے پیچھے ہر طرح سے ناکام و نامراد ہو کر رہ گئے۔

ما قضیت الدنیا [illegible]

حلقہ ہائے احباب میں اور دیار غیر میں ہم بیٹھے اور بیرون ہر جگہ [illegible] مگر رحمانیہ مرحوم کی یاد دل سے کبھی بھی نہ گئی اور [illegible] مجالس میں [illegible] عزیز [illegible] کے ساتھ [illegible] سامنے [illegible] ساعت سعید آئی [illegible] دار الحدیث رحمانیہ [illegible]

[illegible]

ابھی [illegible] باقی [illegible]

[illegible]

اپنے عقیدہ و مسلک [illegible] و رفقائی [illegible] ہمارا [illegible] اور [illegible] جمعیۃ اہلحدیث [illegible] دل میں پیدا نہیں ہوا

الحمد [illegible] لہ الشکر

تعلق سے ہر ای ہے حسن ذاتی
قیاس کے گل میں گل بوٹے کھلا ہیں

ایسی ہر جماعت سے کوئی قابل ذکر اجتماع میں شرکت سے [illegible] مستعد رہا، اور بے تابی دل [illegible] مواقع و مقامات پر پہنچنے کے لئے ہر حال مجبور کر دیا کہ جماعت جیسی بھی ہو دیکھوں کہ وہ کس حال میں ہے شاید کہ تسلی و تشفی کا کوئی سامان میسر آ سکے۔ جماعتی فساد و انتشار اور اس کے دور رس اثرات اور دل کے درد و کرب اور اس کی تیرہ و تلخی کے ہر دو تذکرے آغاز شعور [illegible] نہیں معلوم کتنی [illegible] کروٹیں بدل بدل کر بسر ہو گئیں [illegible] اور نہایت ہی [illegible] افزا اسلوب و عنوان [illegible] اور دیار قدس [illegible] ہمارے دیار میں [illegible] نہیں [illegible] وہ تشنہ کے [illegible] وجود کی تیرہ و تار [illegible] کو [illegible] محبت و اخوت [illegible] اجتماع و اتحاد کی دولت [illegible] اور اس مقصد عظیم کے لئے رمضان المبارک کے نہایت مقدس و با برکت مہینے میں [illegible] ملک میں سرگرم عمل ہے۔ اور جب [illegible] دہلی میں [illegible] بزرگان سے ملاقات [illegible] کرے گا پھر [illegible] دل اور بے پایاں مشکلات سے [illegible] کیونکر ممکن تھا کہ یہ ملک میں [illegible] عظیم اور تاریخی اجتماع منعقد ہو [illegible] پاک سے زحمت سفر برداشت کر کے یہاں جماعتی و دینی مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کریں۔ اور ہم لوگ اپنے گھر میں بھی ان سے ملاقات اور استفادہ کر سکیں تکلیف گوارا نہ کریں [illegible] ایسا دوست سے ہیگر [illegible] سفر کا بندوبست کر کے [illegible] دوبارہ خورش و رہائش کا انتظام کر کے بھاگا دوڑ میں ہی [illegible] دہلی آ پہونچا۔ اور یکم ستمبر ۱۹۷۶ء کو شیخ مسعود میاں سید محمد نذیر حسین المحدث رحمہ اللہ تعالیٰ واسعۃ کامد واقع پھاٹک حبش خاں دہلی میں محترم الشیخ عبد الصمد محمد الکتاب کی قیادت و سرکردگی میں آئے والے وفد اور جماعت کے کثیر تعداد میں حاضرین و متعلقین کا میرے دل مشتاق نے پر خلوص استقبال کیا اور میری نگہ شوق و اشتیاق نے ان کی زیارت و دید سے ٹھنڈک و راحت حاصل کی۔ مگر بے پناہ محبت و عقیدت کی یہ ساعت سعید جلد ختم ہو گئی۔ اور یہ حال یہ تھا کہ

ایسا ایسا آرزو کہ خاک شدہ

اس موقع پر جو سانحہ خود میرے ساتھ پیش آیا، اور جس عظیم شرمندگی کا نظارہ میری آنکھوں نے کیا اس کا بیان تو درست نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا مطلب ہے البتہ اس کے اہتمام کے جماعتی طور پر جمود و تعطل کے بعد اب کامل انتشار و افتراق سے کثرۃ الملاحین غرقت السفینۃ (ملاحوں کی کثرت سے کشتی ڈوب گئی) ہے

بلبل از دست خود نالد کشتہ
سعدی از دست خویشتن فریاد

تا [illegible] د !

اس کا لازمی اور طبعی تقاضا تھا۔ کہ میں نے قسم تو نہیں کھائی لیکن یہ [illegible] تقریب و اجتماع میں [illegible] شرکت نہیں کرنی ہے۔
[illegible] اللہ تعالیٰ

[illegible] بزرگ حضرت صوفی [illegible] صاحب کشمیری دامت برکاتہم [illegible] کی خاطر فروری ۱۹۷۶ء میں جناب غلام نبی ہارون اور جناب حکیم حبیب اللہ صاحبان کشمیری میرے وطن شنکر نگر پہونچے۔ مجھ سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور دہلی پہونچنے کے لئے باصرار تمام مجھ سے وعدہ بھی لیا۔ مگر میں نہ پہونچ سکا۔ پھر ابھی گذشتہ مارچ ۱۹۷۶ء میں حضرت صوفی صاحب کی علالت بہت شدت اختیار کر گئی۔ اور وہ موت و حیات کی سخت کشمکش میں گرفتار ہو گئے۔ حتیٰ کہ قلب کی حرکت غائب ہو جانے لگی۔ تو میں نے غلام نبی ہارون صاحب کو دہلی اور حضرت صوفی صاحب کے فرزند ارجمند و خلف رشید جناب مختار احمد صاحب ہاشمی کو گنوشڑ (آزاد کشمیر) ٹیلی گرام کیا۔ تو جناب غلام نبی ہارون صاحب

۲۲ مارچ ۱۹۷۶ء کو بلرام پور و شنکر نگر پہونچے اس موقع پر انھوں نے مجھے دار العلوم رحمانیہ (السلفیہ) کے سنگ بنیاد کی تقریب میں شرکت کے لئے نہ صرف یہ کہ خصوصی دعوت نامہ دیا۔ بلکہ شرکت کا وعدہ لے کر ۲۴ اپریل کو دہلی واپس ہو گئے۔ پھر صوفی صاحب چونکہ ۳۰ مارچ ۱۹۷۶ء کو بلرام پور ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ میں داخل کر دئے گئے تھے۔ اور ۱۳ اپریل ۱۹۷۶ء تک داخل رہے یک گونہ سفر کے قابل ہو کر دہلی کے لئے روانہ ہو گئے اور ان کی خواہش دامن گیر انہیں بحفاظت تمام دہلی پہونچا دیا گیا۔ اور اب میرا دہلی کا سفر تقریباً لازمی اور یقینی ہو گیا خصوصاً اس حال میں کہ حضرت ممدوح کی بھی خواہش ہوئی کہ میں بھی دہلی آ جاؤں۔ چنانچہ میں بعد ۱۹ اپریل ۱۹۷۶ء کو بوقت ظہر جمعہ دہلی پہونچ گیا۔ اور مسجد اہلحدیث کھجلی والان دہلی میں جمعہ کی نماز ادا کی اور بعد نماز جمعہ جب ادھر جانے لگا اور پہونچا تو میری نگہ محبت و شوق نے دیکھا کہ عصر حاضر میں پورے عالم اسلام کی ایک عظیم تر دینی و علمی شخصیت اور برصغیر کے سب سے بڑے عبقری انسان و دین و اخلاق کے علمبردار، انسانیت کے قافلہ سالار، مومن قانت، مجاہد فی سبیل اللہ، امام ربانی حضرت صوفی نذیر احمد صاحب کاشمیری دامت فیضہم اطال اللہ حیاتہم کے مقدس و بابرکت ہاتھوں سے دار الحدیث رحمانیہ کی تجدید اور اس کی نشاۃ ثانیہ کا سنگ بنیاد رکھا جا رہا ہے۔ جس میں شرکت و شمولیت کی سعادت سے یہ بندۂ ناچیز بھی بہرہ ور ہو رہا ہے۔ فللہ الحمد

گرچہ خوردیم نسبتیست بزرگ
ذرہ آفتاب تابانیم

انشاء اللہ تم یہ شجرۂ طوبی اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء کا مصداق کامل ہوگا اور اس چشمۂ صافی سے حق کی کھیتی ہری بھری ہوگی اور اس سے سارا عالم سیراب ہوگا۔ نیز اس کے وسائل کی فراہمی کیلئے جبل سعادت کو آسمان سے اترنا ہوگا کہ یہاں سنت الٰہیہ ہے

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین آباد

فقط والسلام

دورِ آزادی میں کیا کھویا اور کیا پایا؟

اس دور میں جبکہ دنیا کے تمام کارخانوں افزائش کی مشینوں اور پیداوار کے سنٹروں میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو چیز کل کم مقدار میں تھی آج ضرورت سے زیادہ ہو جانے پر ساری دنیا کے لوگ یہ سوچ رہے ہیں کہ اس چیز کو کہاں ضائع کیا جائے، اگر دنیا میں اس کی مقدار کم رہ جائے۔ لیکن بعض چیزوں کے متعلق معاملہ بالکل برعکس ہے، ہندوستان میں عام ادارے، تمام جماعتیں، تمام انجمنیں اس بات کا رونا رو رہی ہیں، شخصیت اور بلند ہستیوں کا فقدان ہوتا جا رہا ہے، ہماری قیادت کے میدان میں نہ مخلص رہنما ہیں نہ اچھے کارگزار ہیں نہ ہمدرد مفکر ہیں نہ ماہر مدبر ہیں نہ خدا ترس عالم ہیں نہ ایماندار تاجر ہیں، نہ خادم حکمران ہیں نہ روشن دماغ قیادت ہے، نہ بے غرض رہنمائی ہے، نہ اخوت و محبت کی بنیادوں پر چلنے والے ساتھی ہیں، نہ اس نازک مرحلوں میں کوئی دستگیر ہے جو مدبر و تدبیر کا ذخیرہ اپنے ساتھ رکھتا ہو، قوم جماعتوں، فرقوں، برادریوں، ٹولیوں اور الگ الگ ناموں میں بٹی ہوئی ہے، کہیں علاقائیت کی عصبیت ہے، کہیں مذہبی تفرقہ ہے، کہیں ذات پات کے جھگڑے ہیں، اسلامی اصولوں کو چھوڑ کر اپنے شعاروں سے بے طرف ہو کر فرقوں کی طرف توجہ لگی ہوئی ہے، یہ مرض صرف ہندوستان میں ہی نہیں ہے بلکہ دنیا میں جہاں جہاں مسلمان بستے ہیں سب ہی جگہ افراتفری ہے، دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم، کس کس سے یہ بات کہیں، کس کس چیز کا ماتم کریں، ایسے موقع پر جو سامنے ہے وہ یہی ہے کہ ہم اہل درد سے استدعا کریں کہ آگے سر جوڑ کر بیٹھیں، انجمن چلائیں عہد سے جیسا میں ہو سکیں چلائیں، مثبت کام کریں تعاون سے گاڑی چلائیں، ایک دوسرے کی مدد و مشورہ سے حرکت میں آئیں، ایک نعرہ پر لبیک کہیں، مجھے یقین ہے کہ یہی وہ سرمایہ ہے جو ہم میں مقصود ہے، اسی کو حاصل کرنے کے لئے جو بھی کوشش ہوگی وہ جہاد کا درجہ رکھے گی، اس سے اللہ خوش ہوگا، اس سے برکتوں کا نزول ہے، اسی سے ملائکہ کی مبارکبادیں ملیں گی اسی سے زمین کی مخلوقات چھوٹی ہوں یا بڑی سب کی دعائیں ملیں گی، اسی سے سمندر کی مچھلیاں اللہ سے خیر مانگیں گی، اسی سے مخالف تحریکوں کے حوصلے پست ہوں گے، اسی سے غیر قوموں کے جارحانہ عزائم کی ہار ہوگی، اسی سے شیطان کا دشمنوں میں ناکامی و پسپائی حاصل ہوگی، منافقت انگیزیوں کا منہ کالا ہوگا، خدائی طاقت آپ کی طرف متوجہ ہوگی، ان کی کیا کچھ شکستیں ہوتا، اللہ تعالیٰ جب کامیاب بنانے پر آتے ہیں تو کوئی اس کو ناکام بنا نہیں سکتا، یہ سب حقائق ہیں ان پر صرف ایمان کامل کی ضرورت ہے، یقین محکم درکار ہے، اس یقین محکم کا سرمایہ کہاں ہے اس کی بھی تلاش ایک بڑا کام ہے۔

ہندوستان میں اہل حدیث طبقہ کا جو طرۂ امتیاز ہے اس میں خدمتِ خلق، جہاد مسلسل، ایمان غیر متزلزل، اللہ پر اعتماد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور حیات نافعہ سے گہرا لگاؤ ہے خود اہل حدیث حضرات "بقول مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب صادقپوری کے" کھو چکے ہیں، اور ان کو اپنی گمشدہ پونجی کو پھر سے حاصل کرنے کی جدوجہد کرنی ہے، اور بغیر حاصل کئے ہوئے وہ کسی کام میں اپنے کو بلند و بالا نہیں بنا سکتے۔ اس لئے اب ہماری کوشش کا رُخ کچھ اور ہی ہوگا، لا یعنی باتوں کو چھوڑنا پڑیگا، کج بحثیوں سے اجتناب کرنا ہوگا، اخلاص کا دامن پکڑنا پڑیگا۔ صحابہ کرام اور ان کی زندگی سے قریب ہونا پڑیگا، ان کی لائی ہوئی دعوت کو اپنا شعار بنانا پڑیگا، ان کے کئے ہوئے اعمال کو اپنے لئے مشعل راہ بنانا پڑے گا، ان کی باتوں سے لطف و لذت حاصل کرنی ہوگی، بیشمار حالات و خطرات سامنے سے گذریں گے ان سے بچنے کے لئے دعاؤں کا سہارا لینا پڑے گا، ان گنت مصائب و آلام آئیں گے اور پھر یہ کہنا ہوگا کہ؎

مصائب سے الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے ؎ مجھے ناکامیوں پر اشک برسانا نہیں آتا
نگاہیں جس کی جم جاتی ہیں مستقبل کے چہرے پر ؎ اسے ماضی کی بے رحمی کو دہرانا نہیں آتا

جو گذرا سو گذرا اب مستقبل کی فکر کرو، زندگی کے لئے الگ نئے بنیاد خیال پر پیار رنگ جو سجاؤ یعنی تصورات کی نئی دنیا بساؤ، الفاظ کے جن معانی کو اور اعمال کے جن نقشوں کو اصحاب رسول کے دور میں پیش کرتے تھے، اگر اعمال اپنی جگہ سے ہٹ گئے ہیں اور الفاظ اپنی وضع پر قائم ہیں تو اعمال کی الفاظ کی سچائی پرکھنے کے لئے پھر سے نظرثانی کرو۔ بہرحال نہ قرآن بدلا ہے اور نہ احادیث، بلکہ قرآن و حدیث جن اعمال کو چاہتے تھے ان اعمال میں فرق آ رہا ہے۔ یاد رہے اس سے متعلق بہت سارے کام ایک جدوجہد چاہتے ہیں اس جدوجہد کو دعوت نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے، ہماری زندگی سے مربوط تھے اور اسی سے واسطہ رہ کر اس کو چار چاند لگ سکتا ہے، جن لوگوں نے کسی دور میں اس کو بدلنا چاہا وہ خود خاک ہو گئے، کلمہ طیبہ زندگیوں میں رونق پیدا کرنے کے لئے آیا تھا، زندگی میں انقلاب اور تغیرات لایا تھا اس کے پیچھے لاکھوں انسانوں کی قربانیاں ہیں، ہجرت و نصرت ہے، مشقتوں میں بہت بڑے جیالے پر شدید مصائب تکالیف کو لذتوں میں بدل کر اسے خوشگوار بنانے اور اسی کو اپنی عادتوں میں تبدیل کرنے اور آخری عمر تک خدا کے رحم کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لئے، اس کے ساتھ وابستگی قائم رکھنے کا جذبہ اور خود اختیاری جہاد، یہ سب اللہ نے اس کلمہ طیبہ کے ساتھ زندگیوں کا جز بنا دیا تھا، مگر کم سمجھوں نے کچھ ہی صدیوں بعد اس کو معجون بنا لیا۔ یہ بات ایک غیر مسلم دوست نے بیان کی اور آج سے برسوں پہلے ایک کتاب "اسلامی کارنامے" میں لکھ بھی چکے، ان کی بالغ نظری نے ہمیں اس طرف توجہ دلایا کہ وہ اسلام کے عمل کو معجون نہ بنائیں اور جہاں خانقاہوں اور تصوف کے اڈوں میں وہ معجون بنا ہوا ہے اس سے سبق حاصل کریں کہ ہم اپنے دامن کو آلودگیوں سے بچائیں اور قرآن و حدیث کی طرف اسی طرح توجہ کریں جیسا کہ دورِ صحابہ میں صحابہ کرام کے گروہ نے کی تھی اور جس طرح اسلام پر چلنا آسان ہو گیا تھا، اللہ تعالیٰ اس دور میں چلنا آسان کر دے، آمین یا رب العالمین۔

ابھی قبر میں تو ہم انفرادی معاملہ تم سے کرتے ہیں مگر کل جب کہ یوم الحساب ہوگا تو پھر اجتماعی معاملہ بھی تم سے کیا جائے گا، اگر معاملہ فرد تک ہے تو انفرادی سزا دی جائے گی اور اگر قوم کی قوم نے اپنے اداروں کے ذریعہ پارلیمنٹوں کے ذریعہ، سجادوں کے ذریعہ، میلوں کے ذریعہ اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے تو یہ تکاثر قابل معافی نہ ہوگا، اب علم الیقین کی منزل گذر چکی اب عین الیقین کا دن ہے، علم الیقین کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجی جب حج کو جانے لگتا ہے تو یہ علم ہوتا ہے کہ میں کعبہ کی طرف جا رہا ہوں، کعبہ کی ہیئت کا بھی اگرچہ ادراک ذرا سا ہے بہرحال پہنچنے سے پہلے جس حالت میں ہوتا ہے وہ علم الیقین کہلاتا ہے، اور جس دن مکہ مکرمہ پہنچ جاتا ہے تو اسے کعبہ کو دیکھتے ہی عین الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور پھر علم الیقین کے مرحلے سے آگے جا چکا ہے پھر علم الیقین کی طرف نہیں لوٹتا کیونکہ جب بھی وہ کعبہ سے ہٹ کر کعبہ کا تصور کرتا ہے تو کعبہ کا تصور اس کی نظر میں ہوتا ہے، اسی طرح ہر شخص کو قیامت کے دن عین الیقین حاصل ہوگا چاہے وہ مسلم و متبع ہو یا کافر و منحرف ہو، بھی کہ اپنی آنکھوں سے جنت و جہنم کو دیکھ لے گا، لیکن اگر آدمی کو یہی بات پہلے حاصل ہو جاتی تو شاید دنیا میں فتنہ و فساد نہ ہوتا، لیکن دنیا میں عین الیقین اگر سب کو حاصل ہو جاتا یعنی دیدار کرا دیا جاتا تو یا روز روز اس اظہار کی ضرورت پیش آتی کیونکہ ایک مرتبہ دکھلانا اس لئے نافع نہ ہوتا کہ انسان روز پیدا ہوتا ہے اور مرتا ہے، اگر عین الیقین کرایا جاتا تو اس دور کے لوگ تو مان لیتے لیکن پھر جب نئی نسل پیدا ہوتی تو پھر اس کا انکار کر جاتی اور یہ کہتی کہ ہمارے ماں باپ یا دادا، دادی نے دیکھا، ہم کو بھی دکھلاؤ اور مستقل آخرت کے مناظر کے دکھلانے سے زندگی بے لطف اور اختلال کا شکار ہو جاتی اور لوگوں کو دعوت کے ذریعہ اجر کمانے کا دروازہ بند ہو جاتا، پھر نہ درس و تدریس کی ضرورت پڑتی کہ اس کے ذریعہ آخرت کا یقین دلایا جائے، بلکہ یہ کہا جاتا کہ سب کو عین الیقین حاصل ہے، پھر نہ تنبیہ کی ضرورت پڑتی نہ واعظوں کی، دنیا تمدن کی نیرنگیوں سے بے بہرہ ہو جاتی، کاروبار کی تعمیر کا شوق ختم ہو جاتا اور حقیقت یہ ہے کہ انسان کی خوشی بھی اس سے ناخوش ہو جاتی، علم الیقین کے بعد جو کام رہ جاتا ہے وہ عین الیقین کے بعد باقی رہتا، پھر آخر میں یہ کہا گیا کہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم، پھر تم نعمتوں کے متعلق سوال ہوگا۔ اب نعیم کی فہرست بہت طویل ہے۔

D (D) 712

FORTNIGHTLY TARJUMAN

317, PRESS STREET, SADAR BAZAR, DELHI-110006

مرکزی جمعیت اہلحدیث کی مطبوعات

- رحمۃ للعالمین مکمل سیٹ ۷/۵۰
- ترمذی شریف مکمل
- تاریخ اسلام مکمل سیٹ ۱۰۷/۰۰
- ترجمان القرآن (اول، دوم، سوم
- چہارم مکمل ۱۲۵/۰۰
- قاموس الجدید اردو عربی ۲۷/۰۰
- المنجد ۸۰/۰۰
- اسلامی وظائف ۱۵/۵۰
- یسرنا القرآن سیکزہ ۸۰/۰۰
- پارہ عم 〃 ۵/۰۰
- قاعدہ بغدادی 〃 ۲۰/۰۰
- شہدائے احد ۵/۵۰
- رہبر کامل ۵/۰۰
- جبین نیاز محمدی شمائل ۳/۰۰
- کتاب الجنائز ۵/۵۰
- فتاوی علمائے حدیث اول ۹/۵۰
- 〃 دوم ۱۶/۰۰
- قرآنی شمس اول ۴/۵۰
- 〃 〃 دوم ۴/۵۰
- انسان اپنے آپ کو پہچان ۱/۵۰
- اسلامی نظام حکومت کے ضروری اجزاء علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ ۲/۰۰
- درجات الیقین
- شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ ۱/۵۰
- دستور المتقی مجلد ۱۲/۰۰
- غیر 〃 ۱۰/۵۰

- چمن اسلام قاعدہ ۱/۵۰
- 〃 〃 اول ۱/۵۰
- 〃 〃 دوم ۲/۷۵
- 〃 〃 سوم ۲/۵۰
- 〃 〃 چہارم ۳/۵۰
- 〃 〃 پنجم ۵/۵۰
- اسلامی کہانیاں اول ۱/۵۰
- 〃 〃 دوم ۲/۰۰
- 〃 〃 سوم ۲/۵۰
- معلومات عامہ اول ۱/۵۰
- 〃 〃 دوم ۲/۰۰
- 〃 〃 سوم ۲/۵۰
- آسان حساب اول ۱/۵۰
- 〃 〃 دوم ۲/۰۰
- 〃 〃 سوم ۲/۵۰
- ہندی پرائمر پہلی ۱/۰۰
- حسن نظر ۱/۰۰
- فضائل ماہ محرم و یوم عاشورہ ۱/۰۰
- ایمان ایمانیات ۳/۰۰
- حب رسول کے مظاہرے ۱/۵۰
- دینی تحریکوں میں بناؤ بگاڑ کا مفہوم ۵/۵۰
- مشتاقی پاکٹ بک ۱/۵۰
- اسلام اور اہلحدیث از حضرت مولانا ثناء اللہ ۵/۵۰
- بدعہ ایصال ثواب ۳/۰۰

- کلمۂ طیبہ سمیل خان ۱/۰۰
- شرک کیا ہے؟ امام ابن تیمیہؒ ۲/۵۰
- توحید کیا ہے؟ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ ۲/۵۰
- مسنون دعائیں عاصم نعمانی ۱/۲۵
- کردار کا بادشاہ بلیغ الدین ۱/۵۰
- قانون الٰہی یا انسانی عبدالقادر
- عود و شہید 〃 ۳/۵۰
- چالیس حدیث امام نووی انگریزی
- 〃 اردو ۹/۰۰
- قرآن اور دعوت انقلاب سید قطب شہید ۲/۲۵
- اقبال اور سوشلزم از محمد الیاس اے رحمٰن (ریٹائرڈ چیف جسٹس آف پاکستان) ۶/۰۰
- مولانا مودودی کا جرم کیوں؟ سبحان خان ۲/۵۰
- قرآنی اخلاق پروفیسر عبدالصمد صارم ۳/۰۰
- رہنمائے شباب حافظ محمد ذکی ۵/۰۰
- حضرت عائشہؓ کی شادی کے وقت اصل عمر محمد فاروق خان ایم اے ۱/۷۵
- انسانیت کی تعمیر اور اسلام (از پروفیسر عبدالحمید صدیقی) ۱/۰۰
- رسول اللہ کی نماز (از علامہ محمد اسماعیل گوجرانوالہ) ۱/۰۰
- مثالی معاشرہ (شفیق احمد سعید) اقبال والا ۳/۵۰
- سیرت علامہ قاضی سلیمان منصورپوری (مولف رحمۃ للعالمین) ۲/۰۰

اسلامی فقہ علامہ عبدالرحمن رحمانی
آزاد کی تصانیف

- مضامین الہلال ۶/۰۰
- تبرکات آزاد ۲/۵۰
- قول فیصل ۴/۵۰
- شہدائے اعظم ۶/۵۰
- انسانیت موت کے دروازے پر ۹/۰۰
- کاروان خیال ۶/۵۰
- غبار خاطر ۱۶/۵۰

مولانا وحید الدین خاں کے قلم سے

- دین کیا ہے؟ ۳/۰۰
- تعمیر ملت ۳/۵۰
- ظہور اسلام ۱۲/۰۰
- تاریخ کا سبق ۲/۰۰
- مذہب اور سائنس ۲/۵۰
- تعارف اسلام ۳/۵۰
- تجدید دین ۳/۰۰
- الاسلام ۱۵/۵۰
- زلزلہ قیامت ۳/۵۰
- عقلیات اسلام ۳/۵۰
- فسادات کا مسئلہ ۲/۵۰
- مذہب اور جدید چیلنج ۱۵/۵۰
- اسلام دین فطرت ۲/۵۰
- اسلامی دعوت ۳/۰۰
- قرآن کا مطلوب انسان ۹/۵۰

مکتبہ ترجمان، پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۶ دہلی ۶

1372/D344
Md. Ismail Jagirdar
Nbr.- Khilwat
House No. 20-4-524
HYDERABAD
(A.P.)